ذبح، قربانی اور عقیقہ

فضائل، احکام اور مسائل

مصنف

مفتی محمد عارف باللہ القاسمی

(استاذ حدیث جامعہ عائشہ نسوان حیدرآباد)

شعبہ نشرواشاعت: مدرسہ اسلامیہ دارالعلوم الربانیہ، سات گنبد، حیدرآباد

مصنف کی دیگر کتابیں

رسول اللہ ﷺ کی نماز

اس کتاب میں وضو، تیمم، تکبیر تحریمہ تا سلام کے افعال واذکار اور نماز سے متعلق دوسرے ابواب جیسے: مردوں اور عورتوں کی نماز میں فرق، نماز جمعہ، نماز جنازہ، نماز عیدین، نماز وتر، نوافل، سجدہ سہو وغیرہ کے مسائل احادیث نبویہ کے ذریعہ پیش کئے گئے ہیں، نیز طول کلام سے بچتے ہوئے احادیث مع حوالہ اور اس کے سلیس وعام فہم ترجمہ پر اکتفاء کیا گیا ہے اور ہر حدیث کے ساتھ اس کا درجہ (صحت وضعف وغیرہ) بھی تحریر کیا گیا ہے، تاکہ عوام بھی اس سے استفادہ کرسکیں اور ان پروپیگنڈوں کا سدباب ہو جو ایک مخصوص طبقہ کی جانب سے احناف کے طریقہ نماز کے بارے میں کیا جارہا ہے۔

اولاد کی تعلیم وتربیت کا اسلامی نظام

اولاد کی تعلیم وتربیت کے موضوع پر یہ ایک مفید کتاب ہے، اس میں نومولود کے کان میں اذان واقامت، تحنیک، عقیقہ، نام رکھنے کے سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ کی ہدایات وفرمودات، ختنہ، بچوں کی تعلیم، انکی اخلاقی تربیت، بچوں کی سرزنش کے شرعی اصول، بچوں کے ساتھ شفقت ودلداری، لڑکیوں کے ساتھ حسن سلوک، نکاح، لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے رشتہ کے معیار کا انتخاب اور ولیمہ ومہر کے احکام کو قرآن وحدیث کی ہدایات اور فقہاء کی تصریحات کی روشنی میں مفصل بیان کیا گیا ہے۔

تعصب ایک غیر اسلامی فکر

اس کتاب میں قومی، وطنی، جنسی اور خاندانی عصبیت کی حقیقت اور اس کی مذمت قرآن وحدیث اور تاریخی واقعات کی روشنی میں بیان کی گئی ہے۔

مصباح العربية

حروف تہجی کے اعتبار سے مفردات پر مشتمل یہ کتاب ابتدائی جماعت کے طلبہ اور طالبات کے لئے لکھی گئی ہے، تاکہ عربی لغات کا ایک ذخیرہ ان کے سینوں میں محفوظ ہوجائے اور آئندہ نحو وصرف کی تعلیم کے بعد عربی میں مافی الضمیر کی ادائیگی میں معاون ثابت ہو، نیز اخیر میں چند مکالماتی اسباق بھی ذکر کئے گئے ہیں جن میں روزمرہ بولے جانے والے جملوں کو ذکر کیا گیا ہے۔

ان کتابوں کو حاصل کرنے کے لئے ربط پیدا کریں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَاءُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ (الحج: ۳۷)

ذبح، قربانی اور عقیقہ

فضائل، احکام اور مسائل

مصنف

مفتی محمد عارف باللہ القاسمی

(استاذ حدیث جامعہ عائشہ نسوان حیدر آباد)

ناشر

مدرسہ اسلامیہ دارالعلوم الربانیہ

نزد مسجد اقصی، سمتا کالونی، سات گنبد، حیدر آباد۔ **09949819423**

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ

نام کتاب: ذبح، قربانی اور عقیقہ

نام مؤلف: مفتی محمد عارف باللہ القاسمی

صفحات: ۶۴

ناشر: مدرسہ اسلامیہ دارالعلوم الربانیہ، نزد مسجد اقصی، سمتا کالونی، سات گنبد، حیدر آباد۔ موبائل: **09949819423**

سن اشاعت: ذی الحجہ ۱۴۲۸ھ ، دسمبر ۲۰۰۷ء

قیمت

ملنے کے پتے

(۱) جامعہ عائشہ نسوان، داراب جنگ کالونی، مادنا پیٹ، حیدر آباد۔ **040-24530013**

(۲) مولانا امان اللہ، مدرسہ اسلامیہ دارالعلوم الربانیہ، سات گنبد، حیدر آباد۔ **9347518145**

(۳) ہندوستان پیپر ایمپوریم، مچھلی کمان، چار مینار حیدر آباد۔ **9246543507**

فہرست

ابتدائیہ	۷

حلال وحرام حیوانات (۸)

سمندری حیوانات میں حلال وحرام	۹
ایسے جاندارجوخشکی اورتری دونوں میں رہتے ہیں	۱۱
خشکی کے حیوانات میں حلال وحرام	۱۱
حلال وحرام پرندے	۱۳
گندگی کھانے والے حلال چرندوپرند	۱۵
حلال جانوروں کے حرام اعضاء	۱۵
اوجھڑی کاحکم	۱۶
چرم کھانا	۱۶

ذبح اوراس کے مسائل (۱۷)

رگوں کاکٹنا	۱۷
تسمیہ(بسم اللہ)پڑھنا	۱۸
ذبح کرنے والے کے اوصاف	۲۱
چھری یاکسی اورچیز سے ذبح کرنا	۲۲

مشینی ذبیحہ	۲۳
متفرق مسائل	۲۴
چمڑا نکالنے کے لئے مرغی کوگرم پانی میں ڈالنا	۲۷
مذبوح جانورکابچہ	۲۷
مشتبہ ذبیحہ	۲۷
مرداراورحرام جانوروں کی ہڈی،بال اورکھال کااستعمال؟	۲۸

قربانی۔فضائل اورمسائل (۲۹)

قربانی کی تاریخ اوراس کی فضیلت	۲۹
قربانی کن پرواجب ہے؟	۳۲
باپ اوربیٹاشریک ہوتوبیٹاپرقربانی واجب نہیں۔	۳۳
مسافرپرقربانی؟	۳۳
جائیدادکے مالک مقروض پرقربانی؟	۳۴
میت کی جانب سے قربانی	۳۴
نابالغ پرقربانی واجب نہیں	۳۵
پاگل پرقربانی؟	۳۵
قربانی میں نیابت	۳۵
قربانی کی نذر	۳۶
قربانی کاوقت	۳۶
عیدالاضحیٰ کی نمازفاسدہوجانے سے قربانی فاسدنہیں ہوگی	۳۸

قربانی کی قضاء	۳۸
نفلی قربانی	۳۹
قربانی کے جانور	۳۹
وہ جانور جن کی قربانی درست نہیں	۴۰
افضل جانور	۴۰
خریدنے کے بعد عیب پیدا ہو جائے	۴۱
خصی نہ کئے ہوئے جانور کی قربانی	۴۱
بڑے جانوروں میں شرکت	۴۲
طریقہ تقسیم	۴۳
قربانی کرنے کا طریقہ اور دعائے قربانی	۴۳
جانور کی تبدیلی	۴۴
جانور کی گمشدگی	۴۵
بلا اجازت قربانی	۴۵
قربانی کے جانور کا دودھ نکالنا	۴۵
قربانی کے جانور کو کام میں لانا	۴۶
قربانی کے جانور کے بچہ کا حکم	۴۶
دوسرے ملک یا شہر میں قربانی کرنا یا اس کا گوشت بھیجنا	۴۷
قربانی کے گوشت اور کھال کا حکم	۴۷
قربانی کرنے والے ناخن اور بال نہ کاٹیں	۴۸

عقیقہ۔ احکام ومسائل (۴۹)

عقیقہ اسلام میں	۵۰
خون کے بجائے زعفران لگانے کا حکم	۵۱
طریقہ یہود کی اصلاح	۵۲
عقیقہ کی شرعی حیثیت	۵۲
لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک	۵۳
لڑکے کی طرف سے ایک بھی کافی ہے	۵۴
لڑکی کی طرف سے ایک ہی کیوں؟	۵۵
عقیقہ کا وقت	۵۶
عقیقہ کب تک کرا سکتا ہے؟	۵۶
عقیقہ کے لئے ساتویں روز کی تعیین کی وجہ	۵۷
عقیقہ کرنے کے آداب	۵۸
بالوں کے برابر صدقہ کرنے کا راز	۵۹
عقیقہ کی ذمہ داری کن لوگوں پر ہے؟	۵۹
عقیقہ کے جانور اور اس کے گوشت اور ہڈی کا حکم	۵۹
قربانی کے جانوروں میں عقیقہ کے لئے حصہ لے سکتے ہیں	۶۱
دعائے عقیقہ	۶۲
عقیقہ کی حکمت اور فوائد ومنافع	۶۲
حرف آخر	۶۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین امابعد!

اللہ تعالے نے اس دنیا کو بنایا اور اس میں انسانوں کی ضرورت کی تکمیل کی تمام چیزیں پیدا فرمادیا، انسانی ضرورتوں میں سے ایک اہم ضرورت غذا ہے، جس کی تکمیل کے لئے اللہ تعالی نے مختلف اقسام کے پھل، سبزیوں، غلوں اور بعض جانوروں کو پیدا کیا۔

چونکہ انسان ہی وہ مخلوق ہے جسے اللہ نے اپنے تکلیفی خطاب سے براہ راست نوازا ہے، اس لئے اس کی فطرت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ یہ عام جانوروں کی طرح آزاد نہ ہو بالکل اس کی زندگی اصول اور اعلی اقدار کی حامل ہو، اور جس طرح یہ عبادات ومعاملات، میں احکام خداوندی کا پابند ہے، اسی طرح خورد ونوش میں بھی فرمان الہی کا پابند ہو، بلفظ دیگر تمام امور میں فرمان الہی کی پابندی کرنا اور مرضی الہی کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا اور اچھائیوں کو چن چن کر اس پر عمل کرنا اس کا طرۂ امتیاز ہے۔

جس طرح اسلام میں عبادات ومعاملات اور معیشت کی اسلامی حدیں متعین ہیں اور ان سے متعلق قوانین اللہ کی جانب سے طے شدہ ہیں، وہیں انسانی غذا کے حوالے سے بھی بہت سے احکامات ہیں جن کی پابندی ایک مسلمان پر لازم ہے، لیکن افسوس کی بات ہے کہ جس طرح عبادات ومعاملات میں شرعی احکامات کو نظر انداز کردیا گیا، اسی طرح خورد ونوش میں بھی شریعت کو پس پشت ڈال دیا گیا اور حلال وحرام کی پرواہ کئے بغیر بہت سی حرام چیزوں کو حلال کی طرح قبول کرلیا گیا، اس ضمن میں حلال جانور اور ان کے حلال اعضاء کے انتخاب میں بھی کوتاہی عام ہوگئی اور حلال جانوروں کو شرعی انداز میں ذبح کرنے کی اہمیت کو بھی نظر انداز کردیا گیا، جب کہ اس مسئلہ میں اتنی نزاکت پائی جاتی ہے کہ تھوڑی سے غفلت سے حلال چیز حرام میں تبدیل ہوجاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ کوتاہی اور بے توجہی کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ عام لوگوں کو ان مسائل کا علم نہیں ہے۔

اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ حلال وحرام حیوانات اور ان کے ذبح کرنے کے اسلامی طور طریق کی تفصیل کو مرتب کیا جائے تاکہ لاعلمی کی بنیاد پر ہونے والی غلطی کا سدباب ہو، چناں چہ اسی داعیہ کے ساتھ یہ کتابچہ مرتب کیا گیا، جس میں حلال وحرام جانوروں کی تفصیل اور ذبح وقربانی اور عقیقہ کے مسائل ذکر کئے گئے ہیں۔ اللہ سے دعا ہے کہ اللہ اس کو قبول فرمائے اور یہ مرتب کے لئے ذخیرہ آخرت بنے۔ آمین۔

محمد عارف باللہ القاسمی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حلال وحرام حیوانات

اس زمین پر جتنی مخلوقات ہیں ان کی تخلیق وپیدائش انسان کی منفعت کے لئے ہوئی ہے، چاہے وہ چرند ہوں یا پرند، یا دوسرے حیوانات ہوں۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُمْ مَافِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا (البقرة: ٢٩)

''اللہ ہی کی ذات ہے جس نے تم انسانوں کیلئے زمین کے تمام مخلوقات کو پیدا کیا''

حیوانات کی تخلیق کو احسان خداوندی قرار دیتے ہوئے اللہ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاكُلُوْنَ ☆ وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ (النحل: ٥،٦)

''اور اس نے چوپائے پیدا کئے، تمہارے لئے ان میں گرم سامان ہے اور فائدے ہیں اور ان میں سے تم کھاتے ہو۔ اور تمہارے لئے ان میں خوبصورتی اور شان ہے جس وقت شام کو چرا کر لاتے ہو اور جس وقت صبح کو چرانے لے جاتے ہو''

اس آیت سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ جن انسانی منفعتوں کے پیش نظر حیوانات کی تخلیق کی گئی ہے ان میں سے ایک اہم منفعت ''ان کا گوشت کھانا'' ہے۔

اس لئے جس طرح حیوانات سے دیگر منفعت حاصل کرنا جائز ہے اسی طرح ان کا گوشت کھانا بھی جائز ہے، البتہ اس منفعت کو عام کرنے کے بجائے محدود رکھا گیا ہے اور ساتھ ہی محدود جانوروں میں بھی حلال ہونے کے لئے چند شرطیں رکھیں گئی ہیں۔

کھانے کی منفعت حاصل کرنے کے سلسلہ میں جانوروں کی تحدید اور تعیین بھی درحقیقت اللہ

کی غالب حکمت کا تقاضا ہے اور انسانوں پر احسان عظیم ہے، کیونکہ ماہرین نفسیات کی تحقیق کے مطابق انسانی فطرت وطبیعت پر غذا کا خاصا اثر پڑتا ہے اور یہ اثر صرف جسم کی حد تک محدود نہیں رہتا بلکہ اس سے روح انسانی اور اخلاق بھی متأثر ہوتے ہیں۔ حیوانات کی فہرست میں بہت سے ایسے حیوانات بھی ہیں جن کا مزاج خبیث ہے اور فطرت انسانی کے مغائر ہے، ظاہر ہے کہ ان خبیث مزاج کے جانوروں کو کھانا انسان کی فطرت سلیمہ کے مغائر ہے۔ اس لئے اللہ عزوجل نے حیوانات کی فطرت ومزاج کو دیکھتے ہوئے ان جانوروں کو کھانا حرام قرار دیا جو انسان کے لئے نقصان دہ ہوسکتے تھے گرچہ ان میں جزوی طور پر کچھ منفعت بھی ہو اور بقیہ جانور جن میں منفعت کا پہلو غالب تھا انہیں حلال قرار دیا۔ کیونکہ غالب پہلو ہی کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

سمندری حیوانات میں حلال وحرام:

جاندار چیزیں دوطرح کی ہیں: (۱) پانی میں رہنے والے (۲) خشکی میں رہنے والے۔

پانی میں رہنے والے جاندار میں سے صرف مچھلی کا کھانا حلال ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

احلت لنا میتتان ودمان ، فاما المیتتان فالحوت والجراد واما الدمان فالکبد والطحال (ابن ماجہ:۳۳۰۵، مسند احمد:۵۴۶۵)

’’ہمارے لئے دو مردار اور دو خون حلال کئے گئے ہیں، دو مردوں سے مراد مچھلی اور ٹڈی ہے اور دو خون سے مراد کلیجی اور تلی ہے‘‘

یعنی مچھلی پکڑنے کے بعد کاٹنے سے پہلے مرگئی تو اس کا کھانا حلال ہے، البتہ وہ مچھلیاں جو’’فطری موت‘‘ مرکر پانی کے اوپر تیرنے لگیں ان کا کھانا حلال نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

ماالقی البحر او جزر عنہ فکلوہ وما مات فیھا فطفا فلا تاکلوہ

جس مچھلی کو دریا باہر ڈال دے یا پانی خود ہی نیچے چلا جائے (اور مچھلی پانی نہ ملنے کی

وجہ سے مرجائے) اسے کھاؤ اور جو مچھلی پانی میں مرکر پانی کی سطح پر آجائے اسے مت کھاؤ (ابن ماجہ:۳۲۴۸)

اگر کسی چھوٹی مچھلی کو کوئی بڑی مچھلی نگل جائے اور اس بڑی مچھلی کے شکار کے بعد وہ چھوٹی مچھلی باہر آجائے تو اسے بھی کھانا درست ہے، کیونکہ اس کی موت فطری طور پر نہیں ہوئی ہے۔

مچھلی شکار کرنے کے بعد پانی سے باہر نکالنے سے پہلے مرجائے تو بھی اس کا کھانا درست ہے، کیونکہ اس کی موت بھی فطری طور پر نہیں ہوئی ہے، بلکہ شکار کرنے کی وجہ سے ہوئی ہے۔ (بدائع الصنائع:۴/۱۴۵)

اسی طرح مچھلی کو مارنے کے لئے کسی دوا کو ڈالنے کی وجہ سے یا آب وہوا کی تبدیلی کی وجہ سے یا سخت سردی یا سخت گرمی کی وجہ سے یا پانی کے بہت زیادہ گندہ ہونے کی وجہ سے یا پانی خشک ہوجانے کی وجہ سے مچھلی مرجائے تو اس کا کھانا درست ہے، کیونکہ ان کی موت فطری طور پر نہیں ہوئی ہے بلکہ موت کے ان ظاہری اسباب کی وجہ سے ہوئی ہے۔ (بدائع الصنائع:۴/۱۴۵)

مچھلی کے تمام اقسام کو کھانا درست ہے، محققین اور ماہرین حیوانیات کی تحقیق کے مطابق ’’جھینگا‘‘ بھی مچھلی ہی کی ایک قسم ہے، جسے عربی میں ’’روبیان‘‘ کہتے ہیں اور علامہ دمیری نے بھی اسے مچھلی ہی قرار دیا ہے، اس لئے مولانا عبد الحی فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے اس کا کھانا جائز قرار دیا ہے۔ (امداد الفتاوی:۴/۱۰۴)

’’قرش‘‘ مچھلی، جس کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ عام مچھلیوں کے برعکس انڈے دینے کے بجائے بچے دیتی ہے، اور جس طرح تلوار سے کاٹا جاتا ہے اس طرح یہ حیوان کو کاٹتی ہے اور جسے ’’سمندری کتا‘‘ کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے اور اس سے سمندری حیوانات خوف کھاتے ہیں، اس میں مچھلی کی تمام علامتیں موجود ہیں اس لئے یہ مچھلی ہی کی ایک قسم ہے اور اس کا کھانا بھی حلال ہے (احسن الفتاوی:۷/۳۹۱)

"وھیل" بھی چونکہ مچھلی ہی کی ایک قسم ہے جو بہت بڑی ہوتی ہے اور مچھلی کے تمام اقسام حلال ہیں، اس لئے اس کا کھانا بھی حلال ہے۔(کفایت المفتی:۹/۱۲۲)

ایسے جاندار جو خشکی اور تری دونوں میں رہتے ہیں:

بعض جاندار وہ ہیں جو خشکی اور تری دونوں میں زندہ رہ سکتے ہیں، جیسے کچھوا، گھڑیال، ان جانوروں کو کھانا بھی حلال نہیں ہے، کیونکہ ان کا کھانا انسانی فطرت کے مغائر ہے، اور طبیعت انسانی اس سے گھن کرتی ہے، اور قرآن کریم میں اللہ کا ارشاد ہے:

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ (الاعراف:۱۵۷)

"نبی امی ان کے لئے پاک چیزوں کو حلال قرار دیتے ہیں اور گندی چیزوں کو حرام قرار دیتے ہیں"

خشکی کے حیوانات میں حلال وحرام

خشکی کے حیوانات میں سے چند حیوانات کا کھانا درست ہے اور چند کا کھانا حرام ہے۔

حشرات الارض، چاہے ان میں بہتا ہوا خون ہو جیسے: جنگلی چوہا، یا نہ ہو جیسے مکڑی، چیونٹی، پسو، مچھر وغیرہ ان سب کا کھانا حرام ہے۔ اسی طرح تمام کیڑے، مکوڑے، سانپ بچھو، چوہا، مینڈک، چھپکلی، وغیرہ کا کھانا حرام ہے۔(الموسوعۃ الفقہیہ:۱۷/۲۷۹، بدائع الصنائع:۴/۱۴۶)

گوہ جسے عربی میں "ضـــب" کہتے ہیں اسے بھی کھانا حرام ہے۔ اس لئے کہ یہ چیزیں طبعا ناپسندیدہ ہیں اور خبائث میں شامل ہیں، جسے قرآن میں حرام قرار دیا گیا ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن شرحبیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ان رسول اللہ ﷺ نہی عن اکل لحم الضب (ابوداؤد: ۳۳۰۲)

"رسول اللہ ﷺ نے گوہ کا گوشت کھانے سے منع فرمایا"

دانت (کچلی) سے شکار کرنے والے تمام درندے کا کھانا حرام ہے، ان درندوں میں شیر،

چیتا، کتا، بندر، بلی، ریچھ، لومڑی، بجو، ہاتھی اور ان جیسے جانور شامل ہیں۔ حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

نہی رسول اللہ ﷺ عن اکل کل ذی ناب من السباع (بخاری:۵۱۰۴)

"رسول اللہ ﷺ نے ہر کچلی کے دانت والے درندے کے کھانے سے منع فرمایا"

اسی طرح جنگلی چوہا جسے عربی میں "یـــربـــوع" کہتے ہیں اور "سیہی چوہا" جسے عربی میں "قـنـفـذ" کہتے ہیں، ان کا کھانا بھی حرام ہے، کیونکہ یہ بھی گوشت خور جانوروں اور درندوں میں سے ہیں جس سے منع کیا گیا ہے۔(الموسوعۃ الفقہیہ:۱۷/۲۷۹، المغنی:۹/۳۲۴)

وبر جو کہ بلی سے کچھ چھوٹا اور اس کے ہم شکل ہوتا ہے اور اس کی آنکھیں سرمگیں ہوتی ہیں، ان کا کھانا بھی حرام ہے(البحر الرائق:۸/۱۷۲)

نیولا جسے عربی میں "ابن عرس" کہتے ہیں، اس کا کھانا بھی حرام ہے(المغنی:۹/۳۶۶)

پھل وغیرہ میں جو کیڑے لگ جاتے ہیں ان کیڑوں کا کھانا درست نہیں ہے چاہے وہ پھل کے ساتھ ہوں یا نکال دئے گئے ہوں(الفقہ علی المذاہب الاربعۃ:۲/۳)

گھوڑے کا گوشت کھانا مکروہ تحریمی ہے(بدائع الصنائع:۴/۱۴۹، احسن الفتاوی)

گدھے دو طرح کے ہوتے ہیں، ایک "اہلی" جو لوگوں سے مانوس ہو، دوسرے "جنگلی"، جو لوگوں سے مانوس نہ ہو، ان دونوں قسم کے گدھوں کا گوشت حرام ہے، اسی طرح خچر کا گوشت کھانا بھی حرام ہے کیونکہ احادیث میں ان کے کھانے سے منع کیا گیا ہے اور انہیں "رجس" (گندگی) کہا گیا ہے(بخاری:۵۱۰۲)

خنزیر کو کھانا اور اس کے کسی بھی جزء سے منفعت حاصل کرنا حلال نہیں ہے، کیونکہ وہ اپنی حقیقت اور فطرت کے اعتبار سے ناپاک اور نجس ہے، قرآن کریم میں اس کی حرمت صراحۃً بیان کی گئی ہے، اللہ کا ارشاد ہے:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ (المائدة:٣)

''تم پر مردار خون اور خنزیر کا گوشت حرام کردیا گیا ہے''

خرگوش ایک حلال جانور ہے اور اس کا گوشت کھانا حلال ہے (البحرالرائق:۱۷۲/۸)

بیل، گائے بھینس، بھینسہ، دنبہ، بکرا (خصی کیا ہوا ہو یا نہ کیا ہوا ہو) بکری نیل گائے اونٹ اور اونٹنی وغیرہ کا کھانا بالاتفاق درست ہے۔ (سورہ انعام:۱۴۳۔۱۴۴)

حلال وحرام پرندے

پرندوں کے سلسلہ میں یہ قاعدہ ہے کہ وہ پرندے جو چنگل سے شکار کرتے ہوں ان کا کھانا حرام ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

نهى رسول الله ﷺ عن كل ذى ناب من السباع وعن كل ذى مخلب من الطيور (مسلم:٣٥٧٤)

''رسول اللہ ﷺ نے ہر کچلی کے دانت والے درندے کے کھانے سے اور ہر چنگل والے پرندوں کے کھانے سے منع فرمایا''

نیز ان پرندوں کا کھانا بھی ممنوع ہے جو دوسرے پرندوں پر حملہ کرتے ہیں، ان دو بنیادوں کی روشنی میں فقہاء نے باز، شاہین، شکرہ، چیل، گدھ، عقاب، الو اور ان جیسے پرندوں کا کھانا حرام قرار دیا ہے (بدائع الصنائع:۱۵۳/۴)

ان کے علاوہ وہ پرندے جو چنگل سے شکار کرنے والے نہیں ہیں، ان میں بعضے وہ ہیں جو انسانوں سے مانوس ہیں، جیسے: مرغی، مرغا، بطخ، اور بعضے وہ ہیں جو انسانوں سے مانوس نہیں ہیں، جیسے: کبوتر، فاختہ، مینا، گوریا، تیتر، بٹیر، چکور، سارس (بگلا) وغیرہ اور ان کے جیسے وہ پرندے جو گندگی نہیں کھاتے بلکہ دانہ وغیرہ کھاتے ہیں، ان سب کا کھانا حلال ہے۔ (حوالہ سابق)

''ہدہد'' کھانا مکروہ ہے، البتہ ملا علی قاریؒ وغیرہ نے اس کا کھانا حرام لکھا ہے جبکہ طحاویؒ نے

وغیرہ نے اس کو حلال قرار دیا ہے، مفتی رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں کو نقل کرکے مکروہ تنزیہی قرار دیا ہے (احسن الفتاوی:۴۰۰/۷)

بالکل سیاہ اور گندگیاں کھانے والے کوّے کا کھانا درست نہیں ہے، اور احادیث میں جو ممانعت منقول ہے وہ اسی کے بارے میں ہے، البتہ وہ کوّا جو سفید ہو اور صرف دانہ کھاتا ہو گندگی نہ کھاتا ہو اس کوے کو کھانے کی اجازت ہے، فتاوی ہندیہ میں ہے:

والغراب الذى ياكل الحب والزرع ونحوها حلال بالاجماع وعن ابى يوسف رحمه الله قال: سالت ابا حنيفة رحمه الله تعالى عن العقعق فقال: لا باس به (فتاوى هنديه: ٢٨٩/٥)

''اور وہ کوا جو دانہ کھیتی اور اس جیسی چیزیں کھاتا ہو بالاتفاق حلال ہے، امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے امام ابوحنیفہؒ سے کوے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں''

ماضی قریب کے مشہور محقق مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

اپنے حنفی فقہاء رحمہم اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ ''غراب'' تین قسم کے ہوتے ہیں (بعض فقہاء نے تین سے زیادہ قسمیں بھی بتائیں ہیں) ایک وہ کہ صرف مردار کھاتا ہے، یہ حرام ہے، دوسرا وہ کہ صرف دانہ کھاتا ہے، یہ حلال ہے، تیسرے وہ جو دانہ اور مردار دونوں کھاتا ہے، اس کو ''عقعق'' کہتے ہیں، یہ بھی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حلال ہے، کیونکہ وہ مرغ کی طرح ہے (کہ دانہ اور نجاست دونوں کھاتا ہے) اور امام ابو یوسف کے نزدیک یہ تیسری قسم مکروہ ہے، کیونکہ وہ زیادہ تر مردار کھاتا ہے، مگر امام ابوحنیفہ کا مذہب احق ہے'' (فتاوی رحیمیہ:۲۲۵/۲، بحوالہ، مجمع الانہر، فتاوی قاضی خان، ذخیرۃ العقبی، فتاوی جامع الرموز)

گندگی کھانے والے حلال چرندوپرند

ایسے حلال پرندے اور جانور جو گندگیاں کھاتے ہوں اور گندگی کی بو اس کے گوشت تک سرایت کرچکی ہو،فقہاء کی اصطلاح میں انہیں ’’جلاّلہ‘‘ کہتے ہیں،ایسے پرندوں اور جانوروں کو کھانا مکروہ ہے،اوراحادیث میں ایسے جانوروں کے کھانے کی ممانعت آئی ہے،حضرت عبداللہ بن عمرفرماتے ہیں:

نھی رسول اللہ ﷺ عن اکل الجلالۃ والبانھا (ترمذی:۱۷۴۷)

’’رسول اللہ ﷺ نے جلالہ کے کھانے اور اس کے دودھ سے منع فرمایا ہے‘‘

لیکن یہ ممانعت اور کراہت دائمی نہیں ہے کیونکہ یہ جانور اپنی اصل کے اعتبار سے حلال ہے، اس کی گندی غذا کی وجہ سے اس میں کراہت پیدا ہوگئی ہے،اس لئے اگر کچھ دنوں تک گندگیاں کھانے پر روک لگادی گئی اور اسے باندھ دیا گیا یا کسی محفوظ جگہ اسے بند کردیا گیا تو یہ کراہت بھی ختم ہوجائے گی۔فقہاء نے اس کی مدت یہ بیان کی ہے کہ اونٹ،گائے وغیرہ کو چالیس دن، بکریوں کو سات دن اور مرغی اور اس جیسے حلال پرندوں کو تین دن تک اگر باندھ دیا جائے یا گندگیوں سے دور رکھا جائے تو گندگیوں کی پیدا شدہ بو ختم ہوجائے گی اور پھر اس کا کھانا بلاکراہت درست ہوگا،امام ابوحنیفہؒ سے یہ بھی منقول ہے کہ ہر قسم کے ’’جلالہ‘‘ کو کم ازکم تین دن ضرور روک کررکھا جائے،علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی عمل نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ تین دن تک مرغی کو باندھ کر رکھتے پھر کھاتے۔(بدائع:۱۵۴/۴)

حلال جانوروں کے حرام اعضاء:

وہ جانور جن کا کھانا حلال ہے ان میں سات اعضاء ایسے ہیں جن کو کھانا حرام ہے:

(۱) بہتا ہوا خون (۲) مثانہ (۳۔۴) نرومادہ کے اعضاء تناسل (۵) خصیتین (فوطے)

(۶) پت (مرارہ) (۷) مغزحرام (غذہ،یعنی گردن کی ہڈی کے بیچ میں موجود سفید رگ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ان رسول اللہ ﷺ کان یکرہ من الشاۃ سبعا: المرارۃ، والمثانۃ، والمحیاۃ، والذکر، والانثیین، والغدۃ، والدم (معجم طبرانی کبیر:۴۶۱،معجم اوسط:۱۱۵۳۵)

رسول اللہ ﷺ بکرا یا بکری کے اعضاء میں سے سات اعضاء کو ناپسند کرتے تھے:

پت،مثانہ،نرومادہ کے اعضاء تناسل،فوطے،مغزحرام،اورخون‘‘

بعینہ یہی بات حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے بھی مروی ہے(مصنف عبدالرزاق: باب ما یکرہ من الشاۃ،سنن کبری للبیہقی:۲۰۱۹۲،کنزالعمال:۱۸۲۱۵)

فقہاء نے اس کراہت کومکروہ تحریمی پرمحمول کیا ہے اوراس روایت کی روشنی میں یہ بیان کیا ہے کہ ان اعضاء کا کھانا حرام ہے(الفقہ الاسلامی وادلتہ:۱۱/۴، بدائع الصنائع:۱۹۰/۴، الموسوعۃ الفقہیہ:۱۵۲/۵، فتاوی ہندیہ،ردالمحتار،البحرالرائق،تبیین الحقائق)

اوجھڑی کا حکم

اوجھڑی کو اچھی طرح صاف کرنے کے بعد کھانا مباح ہے، کیونکہ اس کا شمار بھی گوشت ہی میں ہے،فقہاء نے صراحت کی ہے کہ اہل کوفہ اسے کھایا کرتے تھے۔(المحیط البرہانی:۲۰/۹)

مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ ایک استفتاء کے جواب میں لکھتے ہیں:

’’بظاہر کپورے کھانے کی کراہت تحریمی ہے اوراوجھڑی کھانا بلاکراہت جائز ہے‘‘

(کفایت المفتی:۱۳۱/۹)

چرم کھانا؟

حلال جانوروں کے چرم بھی حلال ہیں اگر کوئی شخص صرف چرم ہی کھائے یا جیسے بعض لوگ سراور پائے کو صرف بال صاف کرکے کھاتے ہیں،تو اس میں کوئی ممانعت نہیں (حوالہ سابق)

ذبح اور اس کے مسائل

جن جانور کا کھانا شرعاً حلال ہے ان کا کھانا حلال ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ انہیں شرعی احکام کے مطابق مرنے سے پہلے ذبح کیا گیا ہو۔ذبح کے درست ہونے کے لئے چند شرعی بنیادیں ہیں ان کی رعایت کئے بغیر ذبح درست نہیں اور ان جانوروں کو اگر ان کی رعایت کئے بغیر کاٹ دیا گیا تو اسے کھانا حلال نہیں۔

رگوں کا کٹنا

ذبح کرنے میں سب سے بنیادی بات یہ ہے کہ جانور کو اس طرح ذبح کیا جائے کہ اس کی وہ تمام رگیں کٹ جائیں جن کا کٹنا ذبح کے درست ہونے کے لئے ضروری ہے۔

چار رگوں کا ذبح کے وقت کٹنا ضروری ہے۔وہ یہ ہیں (١) مری (یعنی کھانے پینے کی نلی) (٢) حلقوم (یعنی سانس کی نلی) (٣) ودجین (یعنی دونوں شہ رگ) اگر یہ چاروں رگیں کٹ گئیں تو بالاتفاق ذبیحہ حلال ہوجائے گا۔اسی طرح چاروں رگوں کے بجائے صرف تین رگیں کٹ سکیں تو بھی ذبح درست ہے۔مثلاً: مری، حلقوم اور ودجین میں سے ایک، جملہ تین رگیں کٹ گئیں تو بھی درست ہے۔(بدائع الصنائع:۴/۱۵۷)

ذبح حلق کے بیچوں بیچ میں کیا جائے، البتہ اگر بیچوں بیچ ذبح کرنے کے بجائے حلق کے اوپری حصہ یا نچلے حصہ پر چھری چل گئی اور متعینہ رگیں کٹ گئیں تو بھی ذبیحہ درست ہے۔امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لاباس بالذبح فی الحلق کله اسفل الحلق او اوسطه او اعلاه

''پورے حلق کے کسی بھی حصہ یعنی حلق سے نیچے یا حلق کے درمیان یا حلق سے اوپر ذبح کرنے میں کوئی حرج نہیں''(حاشیۃ شبلی علی حاشیۃ التبیین:۵/۲۹۰)

جانور کو حلق کی جانب سے ذبح کرنے کے بجائے گردن کے اوپری حصہ (قفا) کی طرف سے ذبح کرنا مکروہ ہے اور ایسا کرنے والا گناہ گار ہوگا، لیکن اگر کبھی جلد بازی میں یا غفلت سے ایسا ہوگیا اور مطلوبہ رگیں کٹ گئیں اور مطلوبہ رگوں کے کٹنے تک جان باقی تھی تو یہ ذبیحہ حلال ہے، اور اگر مطلوبہ رگوں کے کٹنے سے پہلے ہی جانور مرجائے یا اس کے مرجانے کا غالب گمان ہوجائے تو یہ مردار ہوجائے گا اور اس کا کھانا حلال نہ ہوگا (الفقہ الاسلامی وادلتہ:۴/۳۰۱)

مطلوبہ چار رگوں کے کاٹنے پر ہی اکتفاء کرنا ضروری ہے، اس سے تجاوز کرنا اور گردن کی ہڈی کو کاٹنا اور کاٹتے کاٹتے گردن میں موجود مغز حرام (سفید رگ) تک پہونچ جانا یا مکمل سر کو تن سے جدا کردینا مکروہ ہے، لیکن اگر کبھی غلطی سے ایسا ہوجائے تو اس سے ذبیحہ حرام نہیں ہوتا، اس ذبیحہ کو کھانا حلال ہے (الفقہ الاسلامی وادلتہ:۴/۳۰۲)

ذبیحہ کے حلال ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ جانور کے مرنے سے پہلے پہلے مطلوبہ رگوں میں سے کم از کم تین رگیں کٹ جائیں، اس لئے ذبح شروع کرنے کے بعد رگوں کے کاٹنے میں جلدی کرنی چاہئے، کم از کم تین رگوں کے کٹنے سے پہلے ذبح کرنے والے نے جانور کو چھوڑ دیا، پھر فوراً ہی اسے پکڑ کر بقیہ رگوں کو بھی کاٹ دیا تو ذبیحہ حلال ہے، اور اگر بقیہ رگوں کے کاٹنے میں اتنی تاخیر ہوگئی کہ جانور کی حیات ختم ہوگئی یا اس کے مرجانے کا غالب گمان ہوگیا تو اب یہ ذبیحہ حلال نہیں (الفقہ الاسلامی وادلتہ:۴/۳۰۲)

تسمیہ (بسم اللہ) پڑھنا

ذبح کے درست ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ذبح کرنے والا ذبح سے قبل اس جانور پر بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھے، البتہ ذبح کرنے والا اگر بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو بھی ذبیحہ

حلال ہے، ہاں اگر جان بوجھ کر یا ڈرتے ہوئے بسم اللہ نہ پڑھا تو ذبیحہ حلال نہیں، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

ذبیحة المسلم حلال وان لم یسم مالم یتعمد (المطالب العالیة:۲۳۷۹)

"مسلمان کا ذبیحہ حلال ہے اگر چہ اس نے بسم اللہ نہ پڑھا ہو، جب تک کہ وہ جان بوجھ کر نہ چھوڑے"

بسم اللہ اللہ اکبر کے کلمات ہی کہنا لازم نہیں بلکہ اللہ کے کسی بھی نام کو لے لینا کافی ہے مثلا: **اللہ الرحمن**، یا **اللہ الرحیم**، یا صرف اللہ، یا صرف رحمٰن یا رحیم کہہ لے تو بھی کافی ہے۔ اسی طرح **الحمد للہ** کہہ لیا یا کلمہ طیبہ پڑھ لیا تو بھی کافی ہے اور ذبیحہ حلال ہوگا۔ بشرطیکہ ذبح کرنے کی نیت ہو اور اللہ کی تعظیم مقصود ہو۔ (بدائع:۴/۱۷۰)

ذبح کرنے والے کا اپنی زبان سے بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے دوسرے شخص کا بسم اللہ پڑھنا کافی نہیں ہے اور اس صورت میں ذبیحہ حلال نہیں ہوگا۔

اگر کوئی ذبح کرنے والے کی چھری چلانے میں مدد کر رہا ہو (یعنی دونوں مل کر چھری چلا رہے ہوں) تو جہاں ذبح کرنے والے پر بسم اللہ پڑھنا واجب ہے وہیں مدد کرنے والے پر بھی بسم اللہ پڑھنا واجب ہے۔ لیکن اگر کوئی جانور کے ہاتھ، پاؤں، سینگ وغیرہ پکڑنے میں مدد کر رہا ہے تو اس پر بسم اللہ پڑھنا واجب نہیں ہے (فتاوی رحیمیہ:۲/۹۷)

اسی طرح بسم اللہ ذبح کی نیت سے پڑھنا ضروری ہے، کسی اور مقصد سے بسم اللہ پڑھا اور پھر جانور کو دوبارہ بسم اللہ پڑھے بغیر ذبح کر دیا تو یہ ذبیحہ حلال نہیں۔ (بدائع الصنائع:۴/۱۷۰)

نیز اس جانور پر بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے جسے ذبح کرنا مقصود ہو، کسی اور جانور کو ذبح کرنے کی نیت سے بسم اللہ پڑھا، پھر اسے چھوڑ کر دوسرے کو دوبارہ بسم اللہ پڑھے بغیر ذبح کر دیا تو یہ ذبیحہ درست نہ ہوگا۔ (بدائع الصنائع:۴/۱۷۳)

ایک جانور کو ذبح کرنے کے لئے لٹادیا اور چھری لے کر بسم اللہ پڑھ لیا بعد ازاں چھری تبدیل کی گئی تو اب دوبارہ بسم اللہ پڑھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ بسم اللہ کو جانور پر پڑھنا شرط ہے ذبح کے آلہ پر نہیں۔ (حوالہ سابق)

چھری پر بسم اللہ پڑھنا بے اصل ہے، اس لئے اگر چھری پکڑتے وقت بسم اللہ پڑھ لیا پھر اس کے بعد جانور کو پکڑا اور اسے لٹایا پھر بسم اللہ پڑھے بغیر ذبح کیا تو یہ ذبح درست نہ ہوگا۔

اگر چند جانوروں کو لگاتار ذبح کرنا ہے تو ہر ایک جانور کے ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے، اگر پہلے جانور کے ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھا اور بقیہ کے ذبح کرتے وقت جان بوجھ کر یہ سمجھتے ہوئے بسم اللہ نہ پڑھا کہ پہلی مرتبہ کا بسم اللہ ہی کافی ہے تو پہلا ذبیحہ حلال ہوگا اور بعد کے ذبیحے حلال نہ ہونگے۔ (بدائع الصنائع:۴/۱۷۳)

ہاں اگر کوئی ایسی صورت ہو کہ مختلف جانوروں کو ایک ساتھ ایک ہی چھری سے ذبح کیا جائے تو پھر ان تمام کے لئے ایک ہی تسمیہ کافی ہوگا۔ (حوالہ سابق)

ذبح کے درست ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ بسم اللہ ذبح کرتے وقت ہی پڑھا جائے ذبح کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھ لینا کافی نہیں، چناں چہ کسی جانور کو ذبح کرنے کی نیت سے بسم اللہ پڑھنے کے بعد ذبح کرنے والا کسی دوسرے کام میں مصروف ہوجائے یا پانی پینے لگے یا کچھ کھانے لگے یا چھری تیز کرنے لگے اور اس میں لمبا وقفہ گزر جائے تو ذبیحہ حلال نہ ہوگا۔ ہاں اگر بسم اللہ پڑھنے اور ذبح کرنے میں بہت ہی کم وقفہ ہو تو وہ حلال ہوگا (بدائع الصنائع:۴/۱۷۲)

ذبح کرتے وقت صرف اللہ ہی کا نام لیا جائے اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کا نام نہ لیا جائے یہاں تک کہ اس وقت رسول اکرم ﷺ کا نام لینا بھی درست نہیں ہے، مثلا: یوں کہے: **بسم اللہ واسم الرسول**، کیونکہ اللہ کے علاوہ کسی اور کے نام پر جانور کو ذبح کرنا حرام ہے اور اس صورت میں ذبیحہ حلال نہیں اور اس کا کھانا حرام ہے، اللہ کا ارشاد ہے:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ (مائدہ:۳)

''تم پر حرام کر دیا گیا ہے مردار کو، خنزیر کے گوشت کو اور ان جانوروں کو جنہیں اللہ کے علاوہ کسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو''

بسم اللہ عربی میں کہنا ضروری نہیں، بلکہ کسی بھی زبان میں اللہ کا نام لے لینا کافی ہے، مثلا یوں کہے: اللہ کے نام سے ذبح کر رہا ہوں، تو بھی ذبیحہ حلال ہے۔ (فتاوی خانیہ)

ذبح کرنے والے کے اوصاف:

ذبح درست ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ذبح کرنے والا مسلمان، یا اہل کتاب ہو، اہل کتاب وہ ہے جو کسی دین سماوی کی پیروی کرتا ہو اور اللہ اور کسی نبی کو مانتا ہو اور وحی اور جزا وسزا کا قائل ہو۔ جیسے یہود و نصاری، مگر موجودہ دور کے یہود اور نصاری ماضی کے یہود اور نصاری سے بالکل مختلف ہیں، بلکہ موجودہ دور کے یہود اور نصاری نے کفر والحاد کو مکمل طور پر اختیار کر لیا ہے اور برائے نام یہودی اور نصرانی ہیں، اہل کتاب کے اوصاف ان میں موجود نہیں ہیں، اس لئے موجودہ دور کے یہود اور نصاری کا ذبیحہ حلال نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرب میں آباد نصاری کے ذبیحہ کو اسی بنیاد پر حرام قرار دیا کہ وہ نصاری ہونے کے باوجود نصرانیت سے دور تھے اور اہل کتاب کے اوصاف ان میں موجود نہ تھے۔ (بدائع الصنائع:۱۶۵/۴)

مشرک اور کافر کا ذبیحہ حلال نہیں، اسی طرح قادیانی، مہدوی، شیعہ، مرتد، مجوسی، صابیہ (ستاروں کی پوجا کرنے والے) اور بہائی وغیرہ کا ذبیحہ حلال نہیں، اگر چہ وہ اللہ کا نام لے کر اور بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر ذبح کریں۔ (بدائع الصنائع:۱۶۵/۴، جدید فقہی مسائل:۲۸۶/۱)

ایسا بچہ جو نا سمجھ ہے اور ذبح کے طور طریق اور شرائط سے ناواقف ہے اس کا ذبیحہ حلال نہیں، البتہ ایسا بچہ جو سمجھدار ہو اور ذبح کے طریقے اور شرائط سے واقف ہو اور تسمیہ کی حقیقت سے باخبر ہو تو اس کا ذبیحہ حلال ہے۔ (مجمع الانہر:۵۰۸/۳، بدائع الصنائع:۱۶۴/۴)

پاگل کا حالت جنون میں ذبح کیا ہوا ذبیحہ اور نشہ خور کا حالت نشہ میں ذبح کیا ہوا ذبیحہ حلال نہیں ہے (حوالہ سابق)

اگر ''گونگا'' شرائط ذبح سے واقف ہو اور اسے معلوم ہو کہ جانور کے حلال ہونے کے لئے اللہ کا نام لینا ضروری ہے، اسی طرح جن رگوں کا کٹنا ضروری ہے ان سے بھی واقف ہو تو اس کا ذبیحہ حلال ہے اور اگر وہ ان چیزوں سے واقف نہ ہو تو اس کا ذبیحہ حلال نہیں ہے (فتاوی ہندیہ)

جنبی یعنی وہ شخص جو حالت جنابت میں ہو اور غسل نہ کیا ہو اس کا ذبیحہ درست ہے۔

عورت اگر کسی جانور کو ذبح کرے تو اس کا ذبیحہ حلال ہے، صحابی رسول حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی باندی بکریاں چرا رہی تھی، اسی دوران ایک بکری مرنے لگی، انہوں نے خود ہی ایک دھار دار پتھر سے اسے ذبح کر دیا، جب نبی اکرم ﷺ سے اس سلسلہ میں مسئلہ دریافت کیا گیا تو آپ نے اسے کھانے کی اجازت دے دی (بخاری:۲۱۳۹)

اسی طرح حالت حیض میں بھی اس کا ذبح کیا ہوا ذبیحہ حلال ہے۔ (المغنی:۳۱۲/۹)

فسق وفجور یا بدعت وخرافات میں مبتلا شخص کا ذبیحہ حلال ہے بشرطیکہ وہ ذبح کے شرائط اور طریقہ کی پابندی کرے (المغنی:۳۱۱/۹)

نابینا چونکہ جانور کے مقام ذبح اور رگوں کے کٹنے کو نہیں دیکھ سکتا اور اس کی وجہ سے ذبح کرنے میں بعض بنیادی غلطیاں پیدا ہو سکتی ہیں، اس لئے فقہاء نے نابینا کے ذبیحہ کو مکروہ قرار دیا ہے، اگر کوئی بینا شخص اس کی رہنمائی کر رہا ہو تب بھی اس کا ذبیحہ مکروہ قرار دیا گیا ہے (المجموع:۷۶/۹)

چھری یا کسی اور چیز سے ذبح کرنا

ذبح کرنے میں یہ خیال رکھنا چاہئے کہ چھری سے ذبح کیا جائے اور چھری کو جانور کو لٹانے سے پہلے تیز کر لیا جائے نیز جانور کے سامنے اسے تیز نہ کیا جائے، تاکہ جانور کو تکلیف نہ ہو، جناب رسول اللہ ﷺ نے اسی کا حکم دیا ہے، فرماتے ہیں:

واذا ذبحتم فاحسنو الذبح ،وليحد احدكم شفرته فليرح ذبيحته

"جب تم ذبح کروتو اچھی طرح ذبح کرواور چاہیے تم میں سے ذبح کرنے والا اپنی چھری تیز کرلے اور جانور کو آرام پہونچائے" (مسلم:۳۶۱۵)

لیکن اگر چھری کے بجائے اس جیسی کسی اور چیز سے ذبح کیا، یا کسی ایسی چیز سے ذبح کیا جو لوہے کی نہیں جیسے کسی دھاردار پتھر، یا دھاردار لکڑی سے ذبح کیا اور متعینہ رگیں کٹ گئیں تو بھی ذبیحہ درست ہے۔ حضرت عدی بن حاتم فرماتے ہیں کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول، آپ کا کیا خیال ہے کہ ہم میں کا ایک شخص کسی جانور کو پاتا ہے اور اس کے پاس چھری نہیں ہے تو کیا وہ دھاردار پتھر یا لاٹھی کے کنارے سے اسے ذبح کرسکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

"جس چیز سے چاہو ذبح کرو، البتہ اللہ کا نام لو" (سنن نسائی:۴۳۲۵)

ذبح کرنے میں یہ خیال رکھنا چاہیے کہ جانور کو لٹانے کے فوراً بعد اسے ذبح کردیا جائے، تاکہ جانور کو تکلیف نہ ہو۔

مشینی ذبیحہ

موجودہ دور کے سائنسی انقلابات سے جو مسائل پیدا ہوئے ہیں ان میں سے ایک مسئلہ مشینی ذبیحہ کا ہے، مشینی ذبیحہ چند شرطوں کے ساتھ حلال ہے، بصورت دیگر حرام ہے، استاذ محترم حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ (سابق صدر مفتی دارالعلوم دیوبند) ایک استفتاء کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

اگر مشین کا بٹن دبانے والا مسلمان ہو اور بسم اللہ کہہ کر بٹن دبائے اور بٹن دبانے سے چھری گردن پر چل پڑے، اسی طرح گردن پر چھری چلتے وقت جانور کو کنٹرول کرنے والا بھی مسلمان ہو اور بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر کنٹرول کرے پھر اسی وقت چھری سے گردن کی چار رگوں میں سے اکثر رگ کٹ کر پورا خون نکل جائے تو

ذبیحہ حلال رہے گا، مگر یہ طریقہ خلاف سنت ہونے کی وجہ سے مکروہ رہے گا، اگر ان پانچ شرطوں میں سے کوئی ایک شرط بھی مفقود ہوگئی تو ذبیحہ حلال نہ رہے گا (ماخوذ از ذبح وقربانی۔ احکام ومسائل:۱۱۵)

متفرق مسائل

کسی جانور کو شرعی طریقے کے مطابق ذبح کرنے سے پہلے اس کا کوئی حصہ کٹ کر الگ ہوگیا، اس کے بعد اسے ذبح کیا گیا تو اس کٹے ہوئے حصہ کو کھانا جائز نہیں۔

وہ جانور جو شرعی طریقہ کے مطابق ذبح کرنے سے پہلے ہی مرجائے اس کا کھانا درست نہیں۔ البتہ وہ جانور جو مرنے کے قریب ہو اور اس کے بارے میں یہ امید ہو کہ وہ اتنی دیر زندہ رہ سکتا ہے جتنی دیر میں اسے شرعی طور پر ذبح کیا جاسکتا ہے، تو ایسے جانور کو بھی شرعی ذبح کے بعد کھانا درست ہے، بشرطیکہ ذبح سے پہلے وہ نہ مرے۔

ایسا جانور جسے کسی حملہ میں دماغ پر شدید زخم آگیا یا اس کی پسلیاں یا پیٹ الگ ہوگئے، یا اس کی رگیں کٹ گئیں اور اس کے زندہ رہنے کی بالکل ہی امید نہ ہو یا کسی اور وجہ سے وہ نیم جان ہوگیا ہو، یا کسی سخت مرض کی وجہ سے قریب المرگ ہو، لیکن تا حال وہ زندہ ہو اور اس کے چیخنے یا دم ہلانے یا سانس لینے سے یا کسی اور ذریعہ سے جسم میں حس وحرکت محسوس ہوتی ہو اور یہ معلوم ہوتا ہو کہ ابھی اس میں حیات باقی ہے، اور اس حال میں اسے شرعی طور پر ذبح کردیا گیا تو وہ جانور حلال ہوجائے گا (بدائع الصنائع:۴/۱۷۴)

اونچائی سے گرنے یا گلا دب جانے، یا کسی جانور کے حملہ کردینے کی وجہ سے کوئی جانور مرجائے تو اس کا کھانا حلال نہیں ہے۔ (سورۃ المائدہ:۳)

کسی جانور یا پرندے پر تیر یا گولی سے حملہ کیا گیا تو اگر تیر یا گولی چلاتے وقت بسم اللہ پڑھ لیا گیا اور اس تیر یا گولی سے جانور کو زخم لگ گیا اور اس سے پہلے کہ شکار کرنے والا اسے پکڑے اس

کی موت ہوگئی تو اسے کھانا حلال ہے۔ نیز اگر بسم اللہ پڑھنا بھول گیا تو بھی حلال ہے، لیکن جان بوجھ کر بسم اللہ چھوڑنے کی صورت میں حلال نہیں ہے۔

اگر شکار کرنے والے نے حملہ کرنے کے بعد جانور یا پرندہ کو زندہ پکڑ لیا تو اب شکاری کے لئے ضروری ہے کہ اسے شرعی طور پر ذبح کرے۔ اگر ذبح نہ کیا اور جانور کی موت ہوگئی اور اس کے پکڑنے اور جانور کے مرنے میں اتنا وقفہ تھا کہ اس وقفہ میں اسے ذبح کیا جاسکتا تھا، تو اب اس کا کھانا حلال نہیں۔ ہاں پکڑتے ہی مرگیا اور پکڑنے کے بعد ذبح کرنے کے بقدر وقت نہ ملا تو اس صورت میں اس کا کھانا حلال ہے (بدائع الصنائع:۱۷۵/۴)

کسی پرندے کو غلیل لگنے کے بعد اس کی کھوپڑی جدا ہوگئی، البتہ اس کی گردن باقی ہے اور اس میں جان بھی موجود ہے، اس حال میں شرعی طریقہ پر اسے ذبح کردیا جائے تو یہ حلال ہے، البتہ جدا شدہ کھوپڑی حرام ہے۔ (احسن الفتاوی:۳۸۴/۷)

ذبح چونکہ ایک عبادت ہے اس لئے جانور کو قبلہ رخ لٹا کر اس طرح ذبح کیا جائے کہ خود ذبح کرنے والے کا رخ بھی قبلہ کی طرف ہو، کیونکہ نبی اکرم ﷺ اسی طرح ذبح کرتے تھے، اور صحابہ کرامؓ نے بھی ہمیشہ اسی طرح ذبح کیا ہے۔ البتہ اگر کوئی شخص بھول کر یا کسی عذر کی وجہ سے کسی اور رخ پر جانور کو ذبح کردیا تو بھی ذبیحہ حلال ہے۔ البتہ بلا عذر جان بوجھ کر قبلہ کی جانب رخ نہ کرنا سنت مؤکدہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ:۳۰۶/۴)

دن میں ذبح کرنا بہتر ہے، رات کے وقت جانور ذبح کرنا اگرچہ جائز ہے لیکن ناپسندیدہ ہے، کیونکہ دن میں شرعی حدود کے ساتھ بآسانی جانور ذبح ہوسکتا ہے، جبکہ رات میں ذبح کرنے میں دشواری کے ساتھ یہ بھی امکان ہے کہ مطلوبہ رگیں صحیح طریقہ پر نہ کٹ سکیں، اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے رات میں ذبح کرنے اور خصی کرنے سے منع فرمایا ہے (بدائع الصنائع:۱۸۸/۴، المغنی:۳۲۲/۹، الفقہ الاسلامی وادلتہ:۲۵۹/۴)

جانور کو نرمی کے ساتھ بائیں پہلو پر اس طرح لٹایا جائے کہ اس کا سر بلند ہو اور ذبح کرنے والا حلق کے چمڑے کو پکڑ کر نرمی کے ساتھ کھینچے، پھر گردن کے بیچوں بیچ ابھرے ہوئے حصہ پر چھری چلائے، البتہ اگر بائیں پہلو پر لٹانا دشوار ہو تو دائیں پہلو پر لٹانے کی بھی گنجائش ہے، نیز دوسرے کو ذبح میں ساتھ لے لینا بہتر ہے (الفقہ الاسلامی وادلتہ:۳۰۶/۴)

گائے، بیل، بکری وغیرہ کے اگلے دائیں پاؤں کے سوا تمام پاؤں کو باندھ دینا مسنون ہے، اور اونٹ کو نحر کرنا مسنون ہے، یعنی اونٹ کو تین پاؤں پر کھڑا کردیا جائے اور اس کے بائیں ہاتھ کو باندھ دیا جائے، اور نحر کرنے والا قبلہ رخ ہوکر سینہ کے بیچ کے حصہ پر چھری مارے اور رگوں کو کاٹ دے (الموسوعہ الفقہیہ:۱۲۲/۴۰)

اونٹ کو لٹا کر ذبح کرنا بھی جائز ہے، اسی طرح ذبح والے جانوروں کو نحر کرنا بھی جائز ہے لیکن بلا ضرورت ایسا کرنا مکروہ ہے، اور اس کو کھانا درست ہے (حوالہ سابق)

پاؤں کو ذبح کے بعد کھول دیا جائے اور کھال کھینچنے میں جلد بازی نہ کی جائے، بلکہ جانور کو ٹھنڈا ہونے دیا جائے، تاکہ جانور کو تکلیف نہ ہو، مکمل ٹھنڈا ہونے سے پہلے جانور کی کھال کھینچنا مکروہ ہے، لیکن اگر ایسا کیا گیا یا مکمل ٹھنڈا پڑنے سے پہلے کسی حصہ کو کاٹ کر الگ کردیا گیا تو اس کا کھانا حلال ہے (الفقہ الاسلامی وادلتہ:۳۰۶/۴)

ایک جانور کے سامنے دوسرے جانور کو ذبح نہ کیا جائے اور نہ ہی جانور کے سامنے چھری تیز کی جائے کیونکہ اس سے جانور کو تکلیف ہوتی ہے (حوالہ سابق)

بلی نے مرغی پر حملہ کرکے اس کی گردن کو زخمی کردیا لیکن مرغی زندہ ہے اور اچھل رہی ہے البتہ گردن کا اتنا حصہ باقی ہے کہ ذبح کرسکے تو اسے ذبح کرکے کھانا درست ہے، لیکن اگر سر کے ساتھ پوری گردن توڑ دی ہو اور ذبح کی مقدار کا حصہ نہ بچا ہوا ہو تو ذبح کرنے کا کوئی راستہ نہیں اور اس کا کھانا حرام ہے (فتاوی رحیمیہ:۹۴/۲)

چمڑا نکالنے کے لئے مرغی کو گرم پانی میں ڈالنا

مرغی ذبح کرنے کے بعد نجاست (آنت وغیرہ) دور کرکے پاک گرم پانی میں ڈالی جائے تو اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں، البتہ نجاست اور غلاظت صاف کئے بغیر کھولتے ہوئے گرم پانی میں اتنی دیر تک مرغی کو ڈالا جائے کہ گوشت کے اندر تک پانی پہونچ جانے کا امکان پیدا ہوجائے اور گوشت اس پانی کو جذب کرلے تو مرغی ناپاک ہوجائے گی، اور مفتی بہ قول کے مطابق دھونے سے بھی پاک نہ ہوگی۔ البتہ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایسے گوشت کو تین مرتبہ گرم پانی میں ابال دیا جائے اور ہر مرتبہ سکھایا جائے، تو ایسا گوشت بھی پاک ہوجائے گا۔

البتہ اگر پانی معمولی گرم ہو، کھولتا ہوا نہ ہو، یا یہ کہ صرف اتنی دیر تک مرغی کو پانی رکھا جائے کہ اس عرصہ میں پانی کی حرارت صرف اس کے ظاہری جلد تک ہی پہونچ سکے تو یہ مرغی تین مرتبہ دھلنے سے پاک ہوجائے گی اور اس کا کھانا بھی حلال ہوگا (فتح القدیر: باب الانجاس وتطہیرہا، حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح: ۱/۱۸۷)

مذبوح جانور کا بچہ

حاملہ جانور کو ذبح کرنے کے بعد بچہ رحم مادر سے زندہ نکلا اور اسے بھی ذبح کردیا گیا تو اسے کھانا حلال ہے، اور اگر زندہ نکلا لیکن اتنا وقت نہ مل سکا کہ اسے ذبح کیا جاسکے بلکہ وہ ذبح کئے جانے سے قبل ہی مرگیا تو اس کا کھانا حرام ہے، اسی طرح اگر مردہ پیدا ہوا اور اس کے اعضاء بھی نامکمل تھے تو بھی اس کا کھانا حرام ہے۔ نیز اگر بچہ جانور کو ذبح کئے جانے کے بعد رحم مادر ہی میں مرجائے اور اس کے اعضاء مکمل تھے تو اس کو بھی کھانا حلال نہیں ہے۔ (فتاوی خانیہ: ۳/۳۶۷، احسن الفتاوی: ۷/۴۰۹)

مشتبہ ذبیحہ

اگر ذبیحہ ایسا ہو کہ اس کے بارے میں یہ معلوم نہ ہوسکے کہ اس کو ذبح کرنے والا مسلمان ہے یا

کافر، اور اس پر بسم اللہ پڑھا گیا ہے یا نہیں، تو اس کے بارے میں فقہاء نے یہ لکھا ہے کہ اگر ایسی جگہ ہو جہاں مسلمانوں کی آبادی ہو قرب وجوار میں غیر مسلم کی آبادی نہ ہو تو اس کو اس غالب گمان سے کھانا مباح ہوگا کہ اس کو ذبح کرنے والا کوئی مسلمان ہی ہوگا، اور اگر قرب وجوار میں غیر مسلم کی آبادی ہو تو اس غالب گمان سے کہ اس کو ذبح کرنے والا کوئی غیر مسلم ہی ہوگا اس ذبیحہ کو کھانا حرام ہوگا، اسی طرح اگر مسلم اور غیر مسلم کی مخلوط آبادی ہو تو تب بھی حرام ہوگا (درمختار علی ہامش رد المحتار: ۵/۱۸۹)

اسی سے یہ حکم بھی معلوم ہوتا کہ ایسے ممالک جہاں غیر مسلموں ہی کی اکثریت ہو اور ذبح کرنے والے اکثر وبیشتر عیسائی یہودی اور غیر مسلم ہوتے ہوں مثلاً یوروپی ممالک، تو ان جگہوں کی کسی ایسی جگہ پر گوشت یا گوشت سے بنی ہوئی چیز کا کھانا درست نہ ہوگا جہاں حلال گوشت کا اہتمام نہ کیا جاتا ہو، ہاں اگر کسی دوسرے ذریعہ سے یہ یقین ہوجائے کہ یہ ذبیحہ شرعی طریقے کے مطابق ذبح کیا گیا ہے، مثلاً کسی مسلم کمپنی کا مہر ہو، یا کسی مسلم تنظیم کی تصدیق ہو، یا اس کے علاوہ کسی کی خبر سے اس کا حلال ہونا معلوم ہوجائے، تو اس کا کھانا حلال ہوگا۔

مردار اور حرام جانوروں کی ہڈی، بال اور کھال کا استعمال؟

خنزیر کے سوا وہ تمام حرام جانور جن کا کھانا حلال نہیں ہے ان کو شرعی طور پر ذبح کردیا جائے تو ان کو کھانا حلال تو نہیں ہوتا البتہ ان کے چمڑے پاک ہوجاتے ہیں، اسی طرح ان جانوروں کے چرم کو دباغت دے دی جائے تو بھی پاک ہوجاتا ہے۔ اور ان کو کھانے کے علاوہ کسی دوسرے مقصد میں استعمال کرنا جائز ہے۔ (البحر الرائق: ۸/۱۷۲)

کھائے جانے والے جانوروں کو یا خنزیر کے سوا تمام حرام جانوروں کو شرعی طور پر ذبح کیا جائے یا وہ مردار ہوں، ان کے بال، اون اور ہڈی پاک ہیں اور ان کو استعمال کرنا جائز ہے۔

(الموسوعۃ الفقہیہ: ۳۰/۱۵۹۔ ۳۹/۳۵۱)

قربانی۔فضائل اور مسائل

قربانی کی تاریخ اور اس کی فضیلت

اسلام کی اہم عبادتوں میں سے ایک عبادت قربانی ہے، جو اللہ سے قربت اور جنت کی بشارت کا ذریعہ ہے، اور یہ ابوالأنبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے، حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ سے صحابہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! یہ قربانی کیا ہے؟ فرمایا: تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے، صحابہ نے عرض کیا کہ اس میں ہمیں کیا ثواب ملتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر بال کے بدلے ایک نیکی ملتی ہے، صحابہ نے عرض کیا کہ اس کے اون کا کیا فائدہ ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اون کے ہر بال کے بدلے ایک نیکی ملتی ہے‘‘ (ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۳۱۱۸)

ثواب اور تقرب کی نیت سے جانوروں کو قربان کرنے کا سلسلہ بہت پرانا ہے، حتی کہ زمانہ جاہلیت میں بھی قربانی کو عبادت سمجھا جاتا تھا یہ اور بات ہے کہ وہ لوگ اپنی جہالت کی وجہ سے اس عبادت کو اللہ کے تقرب کے بجائے اپنے من گھڑت معبودوں کے تقرب کے لئے کرتے تھے۔ اسلام نے قربانی کو باقی رکھتے ہوئے اس میں جاہلیت کی پیدا کردہ خرابیوں کو دور کردیا اور اس کا رخ باطل معبودوں کے بجائے اس اللہ وحدہ لاشریک کی جانب کردیا جو اس بات کا مستحق تھا کہ اس کے نام قربانی کی جائے اور اس کے تقرب کے حصول کے لئے کوشش کی جائے۔ قرآن میں اللہ نے صاف صاف اعلان کردیا:

فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ (سورۂ کوثر ۲)

’’اپنے رب کیلئے نماز پڑھئے اور قربانی کیجئے‘‘۔

یعنی نماز جو کہ ایک بدنی عبادت ہے، اس کے ذریعہ بھی اپنے رب کے سامنے اپنی بندگی کا ثبوت پیش کیجئے اور قربانی جو کہ ایک مالی عبادت ہے، اسے بھی صرف اللہ کی خوشنودی اور اس کے تقرب کا ذریعہ بنائیے۔

جب ہم قربانی کی تاریخ میں غور کرتے ہیں تو اس کی تاریخی نسبت ایک ایسے واقعہ سے ملتی ہے جو اللہ سے حقیقی محبت اور سچی شیدائیت کا مظہر ہے اور اس سے سراپا تسلیم و رضا نمایاں ہوتی ہے اور یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ اس قربانی کو پیش کرنے والے نبی یقیناً مقام خلت پر فائز تھے، اس لئے انہیں ’’خلیل اللہ‘‘ کے لقب سے نوازا گیا۔

آج ہم جانوروں کو قربان کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کی یاد تازہ کرتے ہیں کہ جب اللہ کی جانب سے خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام کو یہ اشارہ مل گیا کہ اپنے چہیتے لخت جگر کو اللہ کے لئے قربان کردیں تو اشارہ ملنے کے بعد سراپا تسلیم و رضا کے مقام پر فائز خلیل اللہ نے اپنے بیٹے اسماعیل سے مشورہ کیا، بیٹے نے بھی والد کا خواب سن کر وہی جواب دیا جس سے یہ ثابت ہو گیا کہ خلیل اللہ کے بیٹے میں بھی باپ کی صفت پنہاں ہے اور وہ بھی خدا کے نام پر اپنی قربانی پر نازاں اور شاداں ہے۔

اللہ کی محبت سے سرشار باپ اور بیٹے متفقہ طور پر اللہ کی محبت اور اس کی رضا کا پروانہ حاصل کرنے کے لئے مقتل (قربان گاہ) کی طرف بڑھتے ہیں اور پھر مقتل پہونچ کر بالآخر پروانہ لے ہی لیتے ہیں اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

وَنَادَیْنَاهُ اَنْ یَّا اِبْرَاهِیْمُ ☆ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْیَا اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ (صافات: ۱۰۴، ۱۰۵)

’’اور ہم نے ان کو پکارا: اے ابراہیم! آپ نے اپنا خواب سچا ثابت کردیا، ہم نیکوکاروں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں‘‘

اور پھر جنتی مینڈھا دیا گیا کہ جو چھری اسماعیل علیہ السلام کی گردن پر چلائی جارہی تھی اسے مینڈھے کی گردن پر چلا کر اس خواب اور اس واقعہ کی تکمیل کرلی جائے۔ کیونکہ اصل اسماعیل کی

قربانی مقصود نہیں تھی بلکہ مقصود امتحان تھا جس میں کامیابی حاصل ہوگئی۔

اللہ کو یہ ادا اتنی پسند آئی کہ اللہ نے اسے قیامت تک کے لئے جاری کردیا اور اسے اپنی قربت کا ذریعہ بنادیا کہ جو بھی ایک جانور قربان کرکے اس سنت ابرہیمی پر عمل کرے گا اللہ اسے مقربین میں شامل کرلے گا کیونکہ اس نے اس کے مقرب اور محبوب خلیل کی یاد تازہ کی ہے اور اس کی مشابہت اختیار کی ہے، اور اللہ کے یہاں اچھائی اور نیکی کی مشابہت پر بھی نوازش ہوتی ہے۔

چونکہ موجودہ قربانی کی تاریخی نسبت اس عظیم الشان واقعہ سے ہے اس لئے اس کی بڑی فضیلتیں احادیث میں بیان کی گئی ہیں، چناں چہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

جس نے خوشی اور اخلاص کے ساتھ قربانی کی تو اس کی قربانی اس کے لئے جہنم سے بچاؤ کا ذریعہ بنے گی۔

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"بقرعید کے دن اللہ کو انسان کے اعمال میں سے کوئی عمل خون بہانے (قربانی) سے زیادہ پسند نہیں اور قربانی میں ذبح کیا گیا جانور قیامت کے دن اپنی سینگ، بال اور کھر کے ساتھ آئے گا اور خون کا قطرہ زمین پر گرنے سے پہلے ہی قربانی اللہ کے یہاں مقبول ہوجاتی ہے، پس خوش دلی کے ساتھ قربانی کرو (ترمذی:۱۴۱۳)

اس کے برخلاف اگر کوئی استطاعت کے باوجود قربانی نہیں کرتا ہے تو اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"جس کے پاس قربانی کرنے کی استطاعت ہے اور وہ قربانی کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا تو وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے" (ابن ماجہ:۳۱۱۴)

الحاصل قربانی ایک ایسی عبادت ہے جس سے انسان کے حب مال اور حب نفس کا امتحان لیا جاتا ہے کہ وہ اللہ کی محبت کو ترجیح دیتا ہے یا مال ونفس کی محبت کو، جب انسان اللہ کی راہ میں قربانی پیش کردیتا ہے تو یہ اس بات کی گواہی ہوتی ہے کہ اس کا دل حب مال اور حب نفس سے خالی ہے اور اللہ کی محبت سے آباد ہے اور یہی محبت ایسی ہے جس میں نفع ہی نفع ہے اسکے علاوہ ہر ایک چیز کی

محبت میں دھوکہ ہی دھوکہ ہے بقول شاعر:

اے دل نفع تمام ہے سودائے عشق میں
ایک جان کا زیاں ہے سوا ایسا زیاں نہیں

اور یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان "حب خداوندی" کے دعوی میں اس وقت تک سچا نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کے احساسات وجذبات اور اس کے تمام اعضاء پر اللہ کی مکمل حکمرانی اور فرمانروائی نہ ہوجائے۔

قربانی کن پر واجب ہے:

قربانی ہر اس شخص پر واجب ہے جو عاقل، بالغ ہو اور اس کے پاس بقرعید کے دن ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی ہو یا اتنا مال یا نقد رقم ہو جس سے ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی خرید سکتا ہو، گرچہ اس مال پر سال نہ گزرا ہو۔ نیز اگر کسی کے پاس ضرورت سے زیادہ کپڑے، برتن وغیرہ بھی اتنی قیمت کے ہوں تو اس پر قربانی واجب ہوگی۔ (فتاوی ہندیہ:۲۹۲/۵)

قربانی ہر ایک مالک نصاب پر الگ الگ واجب ہے، اگر گھر میں متعدد افراد مالک نصاب ہوں تو ہر ایک کی جانب سے قربانی کرنا واجب ہوگا، پورے گھر کی جانب سے ایک قربانی کافی نہ ہوگی۔ فقہاء نے لکھا ہے:

انها واجبه عينا فى كل من وجدت فيه شرائط الوجوب۔

"ہر اس شخص کے ذمہ قربانی واجب ہے جس میں واجب ہونے کی شرطیں پائی جائیں" (الموسوعۃ الفقہیۃ:۷۷/۵)

اسی طرح شوہر کے ذمہ بیوی کی طرف سے اور والد کے ذمہ بالغ اولاد کی طرف سے قربانی کرنا واجب نہیں، بلکہ ان لوگوں پر اگر وہ صاحب نصاب ہیں تو خود اپنی قربانی واجب ہے۔ البتہ اگر کوئی انسان اپنی بیوی یا بالغ اولاد کی اجازت سے ان کی جانب سے قربانی کررہا ہے تو یہ قربانی جائز ہے (فتاوی ہندیہ:۲۹۲/۵)

اگر عورت کے پاس نقد روپیہ یا سونے چاندی کا زیور نصاب کے بقدر نہیں ہے، البتہ اس کا مہر شوہر کے ذمہ اتنا باقی ہے جو نصاب کے بقدر ہے، تب بھی ایسی عورت پر قربانی واجب نہیں۔

اگر کسی کے پاس نصاب کے بقدر مالیت ہے، لیکن وہ کسی کو قرض دے رکھا ہے، تو اس صورت میں اگر اس کے پاس قربانی کا جانور خریدنے یا بڑے جانور میں حصہ لینے کے بقدر رقم ہے تو اس پر قربانی واجب ہے اور اگر اتنی رقم نہیں ہے اور اس سے وصولیابی کی امید ہے تو قربانی کے لئے اس سے مطالبہ کرنا واجب ہے اور اگر وصولیابی کی امید نہیں یا مطالبہ کرنے کے باوجود اس نے نہیں دیا تو اب قربانی واجب نہیں ہے۔ نیز قربانی کا وقت گزر جانے کے بعد یہی مال اگر حاصل ہو جائے تو بھی اس کی قیمت صدقہ کرنا واجب نہیں (فتاوی ہندیہ)

البتہ اگر مطالبہ کے بعد ابتداء میں رقم حاصل نہ ہوئی لیکن قربانی کا وقت گزرنے سے پہلے پہلے بالکل آخری مرحلہ میں اتنی رقم حاصل ہوگئی جس سے وہ جانور خرید سکتا ہے، یا حصہ لے سکتا ہے، تو اب اس پر قربانی واجب ہے، اور اگر وہ بقیہ وقت میں قربانی نہ کر سکا تو اس پر قربانی کے قابل اوسط درجہ کی ایک بکری کی قیمت صدقہ کرنا واجب ہوگا۔ (بدائع الصنائع: ۱۰/۲۶۰)

باپ بیٹا شریک ہوں تو بیٹا پر قربانی واجب نہیں

اگر باپ اور بیٹے ایک ساتھ رہتے ہوں اور بیٹے کا کاروبار میں مستقل حصہ نہ ہو، اور نہ وہ مستقل نصاب کا مالک ہو تو اس صورت میں بیٹے پر قربانی واجب نہیں ہے (احسن الفتاوی)

مسافر پر قربانی؟

مسافر پر قربانی واجب نہیں، لیکن اگر وہ قربانی کا وقت ختم ہونے سے پہلے پہلے مقیم ہوگیا اور اپنے وطن میں آگیا تو اگر وہ مالک نصاب ہے تو اس پر قربانی واجب ہے، اسی طرح ایک مقیم قربانی کرنے سے پہلے ایام قربانی ہی میں سفر پر روانہ ہوگیا اور ایام قربانی کے بعد اس کی واپسی ہوئی تو اس پر بھی قربانی واجب نہیں۔ (بدائع الصنائع: ۱۰/۲۶۰، نصب الرایہ ۴/۲۱۱، ہندیہ)

جائیداد کے مالک مقروض پر قربانی؟

اگر کسی شخص کے ذمہ قرض ہو، لیکن بنیادی ضروری اشیاء رہائشی مکان، استعمالی سواری اور کپڑوں کے علاوہ جو کچھ اس کی املاک ہوں، وہ اتنی ہوں کہ اگر بیچ دی جائیں تو قرض ادا کرنے کے بعد بھی ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے بقدر اس کے پاس بچ جائے، تو ایسے شخص پر قربانی کرنا واجب ہے اور جیسے دوسرے حقوق کی ادائیگی کیلئے قرض لینا درست ہے، ایسے ہی قربانی کے لئے بھی قرض لینا جائز ہے، لیکن سودی قرض لینے کی اجازت نہیں ہے۔

میت کی جانب سے قربانی:

میت کی طرف سے اسے ثواب پہنچانے کے لئے قربانی کرنا جائز ہے۔ حضرت علیؓ کا معمول تھا کہ جب بھی قربانی کیا کرتے تو دو دنبے کی قربانی کرتے، آپ سے سوال کیا گیا کہ ایک کے بجائے دو جانور کی قربانی کس لئے کرتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے وصیت فرمائی تھی کہ آپ کے وصال کے بعد ان کی طرف سے قربانی کیا کروں، اس لئے ایک قربانی میں آپ ﷺ کی طرف سے کیا کرتا ہوں (مسند احمد: ۱۲۱۹)

اس لئے میت کی جانب سے قربانی کی جاسکتی ہے۔ اس وصیت کی روشنی میں امتی کا اپنے محسن اعظم حضور ﷺ کی طرف سے قربانی کرنا بہت ثواب کا باعث ہے۔

اگر میت اپنے مال کے ایک تہائی حصہ سے قربانی کی وصیت کر جائے یا اس کے لئے کوئی وقف چھوڑ جائے تو وارثین کے لئے اس کی جانب سے قربانی کرنا لازم ہے۔

اسی طرح اگر میت پر نذر کی قربانی واجب تھی اور اس نے مرتے وقت اس قربانی کی وصیت کی تو وارث پر اس وصیت کو نافذ کرنا واجب ہوگا (الموسوعۃ الفقہیہ: ۵/۱۰۶)

قربانی کی وصیت کی صورت میں پورے گوشت کو صدقہ کرنا ضروری ہے، اس میں سے گھر کے لوگوں کا کھانا جائز نہیں، ہاں اگر ورثین وصیت کے بغیر اپنی خوشی سے اپنے مال سے میت کی جانب سے قربانی دے رہے ہوں تو گھر کے لوگوں کے لئے اس کا گوشت کھانا یا احباب کو کھلانا جائز ہے۔ (احسن الفتاوی: ۴/۴۹۶)

نابالغ پر قربانی واجب نہیں

نابالغ پر جس طرح نماز، روزہ اور حج وغیرہ واجب نہیں، اسی طرح قربانی بھی واجب نہیں ہے، کیونکہ یہ بھی ایک عبادت ہے اور عبادتیں بالغوں پر واجب ہوتی ہیں نہ کہ نابالغوں پر۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

رفع القلم عن ثلاثة عن النائم ، حتى يستيقظ وعن الصبى حتى يبلغ وعن المتوه حتى يبرأ (ابوداؤد :٣٨٣٤)

”تین افراد سے تکلیف کا قلم اٹھالیا گیا ہے، سونے والے سے جب تک کہ وہ بیدار نہ ہوجائے اور نابالغ سے جب تک کہ وہ بالغ نہ ہوجائے اور معتوہ سے جب تک کہ وہ اچھا نہ ہوجائے“

البتہ اگر ولی (باپ یا دادا وغیرہ) ایسے نابالغ بچوں کی طرف سے اپنے مال میں سے قربانی کردے تو بہتر ہے۔ (حاشیہ ابن عابدین: ۹/۴۵۷)

پاگل پر قربانی؟

پاگل اگر نصاب زکوۃ کے بقدر مال کا مالک ہے تو اس کے بارے میں امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسفؒ کی رائے ہے کہ اس پر قربانی واجب ہے۔ (بدائع الصنائع: ۴/۱۹۷)

قربانی میں نیابت:

قربانی کرنے والے کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ کسی کو اپنا نائب بنا کر اسے اپنی جانب سے قربانی دینے پر مامور کرے اور اگر اس کے حکم کے مطابق اس کے نائب نے قربانی کردی تو قربانی ادا ہوجائے گی۔ نیز بہتر یہ ہے کہ قربانی کرنے والا خود اپنے ہاتھ سے قربانی کے جانور کو ذبح کرے، لیکن اگر وہ خود سے ذبح کرنے پر قادر نہ ہو تو کسی دوسرے شخص سے بھی ذبح کراسکتا ہے۔

اتفق الفقهاء على صحة النيابة فى ذبح الأضحية (الموسوعة الفقهيه: ۴۲/۴۷)

”قربانی کے ذبح کرنے میں نیابت کے درست ہونے پر فقہاء کا اتفاق ہے“

البتہ اس صورت میں بہتر اور مستحب یہ ہے کہ ذبح کے وقت موجود رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

”اے فاطمہ اپنی قربانی کے پاس موجود رہو کیونکہ قربانی کے ہر قطرہ کے بدلہ تمہارے پچھلے گناہ معاف ہونگے اور ذبح کے وقت یہ کہو: اِنَّ صَلاتِی وَنُسُکِی وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِی لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (مستدرک حاکم: ۷۶۳۲)

عورت کے لئے کسی مرد سے ذبح کرانا ہی بہتر اور سنت ہے۔ (الفقہ الاسلامی: ۴/۲۷۶)

قربانی کی نذر:

قربانی کی نذر ماننے سے قربانی واجب ہوجاتی ہے، اگرچہ نذر ماننے والا نصاب کا مالک نہ ہو۔ قربانی کی نذر کی دو صورتیں ہیں: (۱) نذر مطلق (۲) نذر معین۔

نذر مطلق یہ ہے کہ کسی بھی جانور کو متعین کئے بغیر یہ کہے کہ میرا فلاں کام ہوگیا تو میں قربانی کروں گا، اس صورت میں نذر ماننے والے پر واجب ہے کہ قربانی کے دنوں میں قربانی کے قابل جانور خرید کر یا کسی بڑے جانور میں حصہ لے کر اپنی نذر کو پورا کرے۔

اور نذر معین یہ ہے کہ کسی جانور کو متعین کرتے ہوئے نذر مانے، مثلا یوں کہے کہ اگر میرا فلاں کام ہوگیا تو میں اس بکرے کو ذبح کروں گا، اس صورت میں اس پر اس بکرے کو ایام قربانی میں ذبح کرنا واجب ہوگا، لیکن اگر وہ متعینہ جانور ذبح سے پہلے مرجائے یا گم ہوجائے تو پھر یہ نذر ساقط ہوجائے گی اور اس پر دوسرے جانور کو خرید کر اس کے بدلے میں ذبح کرنا واجب نہ ہوگا۔ (الموسوعة الفقهيه: ۵/۷۹)

قربانی کا وقت:

۱۰/ذی الحجہ کی صبح سے ۱۲/ذی الحجہ کی مغرب تک قربانی کا وقت ہے، چاہے دن میں کرے یا رات میں البتہ دن میں کرنا اور ۱۰/ذی الحجہ کو کرنا مستحب ہے اور رات میں کرنا جائز ہے مگر مکروہ ہے، رات میں قربانی کرنے کی صورت میں ادائیگی ہوجائے گی۔ (بدائع: ۴/۲۲۳)

ایسے دیہات کے لوگ جہاں عید کی نماز نہ ہوتی ہو، ۱۰/ذی الحجہ کو نماز فجر کے بعد کسی بھی وقت قربانی کر سکتے ہیں، البتہ شہر والوں کیلئے نماز عید سے پہلے قربانی کرنا جائز نہیں۔ حضور ﷺ کا ارشادگرامی ہے:

"من ذبح قبل صلوة العيد فليعد اضحيته "(ترمذی شریف)

"جس نے نماز عید سے پہلے قربانی کی تو وہ اپنی قربانی کا اعادہ کرے"

اگر ایک شہر میں کئی جگہ نماز عید ہوتی ہو اور کسی شخص نے کسی ایک عیدگاہ میں نماز ہو جانے کے بعد قربانی کی تو اس کی قربانی جائز ہے، اگر چہ کہ دوسری جگہ نماز نہ ہوئی ہو۔

۱۲/ذی الحجہ کے دن آفتاب کے غروب ہوتے ہی قربانی کا وقت ختم ہو جاتا ہے، اس کے بعد قربانی درست نہیں ہے۔ حضرت علی، حضرت عمر، حضرت انس، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے یہی منقول ہے، حضرت انسؓ فرماتے ہیں:

الاضحى يوم النحر و يومان بعده (محلی ابن حزم: ۳۷۷/۷، سنن بیہقی الکبری: ۲۷۹/۹)

"قربانی عید کے دن ہے اور اس کے بعد دو دن"

نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

الاضحى ثلاثة ايام (حوالہ سابق)

"قربانی تین دن ہے"

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ايام النحر ثلاثه و أفضلهن اولهن (سنن بیہقی الکبری: ۲۷۹/۹، کنز العمال: ۱۲۶۷۶)

"قربانی کے ایام تین (۱۰/۱۱/اور ۱۲ ذی الحجہ) ہیں اور ان میں سب سے افضل پہلا دن ہے"

ان روایتوں کی سندیں صحیح اور حسن درجہ کی ہیں (التحجیل: ۱۴۰/۱) اور ان جید جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بات روایت کے خلاف نہیں ہو سکتی، اس لئے ان روایتوں کی روشنی میں فقہاء نے لکھا ہے کہ قربانی ۱۲/ذی الحجہ کے دن آفتاب کے غروب ہونے تک کی جا سکتی ہے،

اس کے بعد کرنا جائز نہیں ہے اور ان تین دنوں میں سب سے افضل پہلا دن ہے، پھر اس کے بعد دوسرا دن پھر تیسرا دن۔ (بدائع الصنائع: ۳۹۸/۴)

عیدالاضحیٰ کی نماز فاسد ہو جانے سے قربانی فاسد نہیں ہوگی:

عیدالاضحیٰ کی نماز کے بعد لوگوں نے قربانی کر لی، اس کے بعد معلوم ہوا کہ امام نے بغیر وضو کے نماز پڑھا دی تھی، تو جتنی قربانیاں کی گئی تھیں سب درست ہو جائیں گی (بدائع الصنائع: ۲۱۲/۴)

البتہ اگر تاریخ میں غلطی ہوگئی اور ایک دن قبل: ۹/ذی الحجہ ہی کو ۱۰/ذی الحجہ تصور کر کے عید کی نماز پڑھ لی گئی اور لوگوں نے نماز سے فارغ ہو کر قربانی کر لی، بعد میں غلطی کا علم ہوا تو نماز اور قربانی دونوں کا اعادہ کرنا ضروری ہوگا (بدائع الصنائع: ۲۱۲/۴)

قربانی کی قضاء؟

ایک شخص پر قربانی واجب تھی، لیکن اس نے قربانی کے لئے جانور نہیں خریدا تھا اور قربانی کا وقت گزر گیا تو اس پر واجب ہے کہ قربانی کے قابل اوسط درجہ کی بکری کی قیمت صدقہ کردے۔ (بدائع)

اور اگر کوئی شخص قربانی کا جانور خریدنے کے باوجود کسی وجہ سے قربانی کے دنوں میں اسے ذبح نہ کر سکا تو اس جانور کو زندہ صدقہ کرنا واجب ہے۔ اگر اس کو زندہ صدقہ کرنے کے بجائے ذبح کر دیا تو اب اس کا پورا گوشت صدقہ کردے اور اگر زندہ جانور کی قیمت زائد ہوا اور ذبح کرنے کے بعد جو گوشت غریبوں کو دیا ہے اس کی قیمت کم ہو تو جتنی مالیت کا فرق پڑ رہا ہے اتنی رقم بھی صدقہ کردے، اور اگر اس میں سے کچھ حصہ کھا لیا یا مالدار اقرباء کو دے دیا تو پھر اس جانور کی قیمت صدقہ کرنا واجب ہوگا (الموسوعۃ الفقہیہ: ۹۴/۵)

اور اگر قربانی کی تلافی کرنے سے پہلے ہی موت کے آثار ظاہر ہونے لگیں تو اس پر لازم ہے کہ اپنے وارثین کو یہ وصیت کر جائے کہ وہ اس کے مال میں سے قربانی کے قابل اوسط درجہ کی ایک بکری کی قیمت صدقہ کردیں۔ (بدائع الصنائع: ۲۰۳/۴)

نفلی قربانی

کسی شخص پر قربانی واجب نہ ہو پھر بھی وہ قربانی کرنا چاہتا ہو تو اس کی قربانی درست ہے اور اسے اس کا ثواب ملے گا۔

لیکن اگر کسی ایسے شخص نے جس پر قربانی واجب نہ تھی قربانی کی نیت سے جانور خرید لیا تو اب اس کے ذمہ اسی جانور کو قربان کرنا واجب ہوگا (بدائع، ہدایہ، شامی)

قربانی کے جانور:

قربانی کے جانور یہ ہیں: گائے، بیل، بھینس، بھینسہ، اونٹ، اونٹنی، بکرا، بکری، بھیڑ اور دنبہ (مینڈھا) انکے علاوہ کسی جانور کی قربانی درست نہیں۔

ایک آدمی کی طرف سے ایک بکرا یا بکری یا ایک بھیڑ یا دنبہ کافی ہے۔اونٹ، بھینس اور گائے وغیرہ میں سات آدمی شریک ہوسکتے ہیں۔

بکرا یا بکری کی عمر ایک سال ہونا ضروری ہے، اگر دنبہ یا بھیڑ ایک سال سے کم کا ہو لیکن اتنا فربہ ہو کہ سال بھر کا معلوم ہوتا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔اسی طرح اونٹ پانچ سال کا اور بیل اور گائے دو سال کی ہونی ضروری ہے۔(الموسوعۃ الفقہیہ: ۵؍۸۲)

بچہ والی، دودھ نہ دینے والی بڑھیا گائے، بھینس یا بکری کی قربانی جائز ہے (فتاوی ہندیہ)

ایسا جانور جس کے پاس پیدائشی طور پر سینگ نہ ہو اس کی قربانی درست ہے، اسی طرح پاگل جانوروں کی بھی قربانی درست ہے۔(فتاوی ہندیہ)

خارش زدہ جانور اگر فربہ ہو تو اس کی قربانی درست ہے اور اگر دبلا اور انتہائی لاغر ہو تو اس کی قربانی درست نہیں۔کیونکہ فربہ جانور کی خارش چمڑے میں ہوتی ہے گوشت میں نہیں ہوتی، اس کے برخلاف دبلے جانور کی خارش اس کے گوشت کو بھی متأثر کردیتی ہے۔(بدائع: ۴؍۲۱۶)

ایسا جانور جسے اس کے مالک نے خرید کر چھوڑ دیا اور وہ جانور لوگوں کا مال کھاتا پھرتا ہے اور نقصان کرتا ہے، اس کی قربانی درست ہے، البتہ مالک کو دوسروں کا مال ضائع کرنے کا گناہ

ہوگا (احسن الفتاوی: ۷؍۵۰۹)

وہ جانور جن کی قربانی درست نہیں:

انتہائی کمزور یا ایسے جانور کی قربانی درست نہیں جو قربان گاہ تک اپنے پیروں پر چل کر نہیں آسکتا۔سینگ ٹوٹے، کان یا دم کٹے، لنگڑے جانوروں کی قربانی درست نہیں، ہاں اگر دم یا کان تہائی سے کم کٹے ہوئے ہیں تو اس کی قربانی جائز ہے۔

ایسا جانور جسے پیدائشی طور پر ایک کان یا دونوں کان نہ ہوں یا اس کی ناک یا زبان کٹی ہوئی ہو، یا اس کی آنکھوں کی روشنی نصف یا اس سے کم باقی رہ گئی ہو تو اس کی قربانی درست نہیں۔

اگر قربانی کے لئے گراتے وقت پاؤں ٹوٹ جائے تو اس کی قربانی میں کوئی حرج نہیں۔ایسی گابھن گائے، بھینس اور بکری جو عنقریب بچہ جننے والی ہو اس کی قربانی مکروہ ہے۔

اگر جانور کے اتنے دانت موجود ہیں کہ وہ گھاس کھاسکتا ہو تو اس کی قربانی درست ہے اور اگر اتنے دانت نہ ہوں تو قربانی درست نہیں (شامی)

گائے کے دوتھن یا بکری کا ایک تھن خراب ہو تو اس کی قربانی درست نہیں۔

جو جانور خنثی اور ہجڑا ہو اس کی قربانی بھی درست نہیں۔

جو جانور گندگیاں کھانے کا عادی ہو اور اس کے علاوہ کسی اور چیز کو کھاتا ہی نہ ہو اس کی قربانی درست نہیں۔البتہ ایسے جانور کو چند دنوں باندھ کر رکھنے کے بعد قربانی درست ہوگی۔(بدائع)

افضل جانور

علامہ نوویؒ نے لکھا ہے کہ سب سے افضل اونٹ ہے، اس کے بعد گائے، اس کے بعد دنبہ، اس کے بعد بکرا (المجموع: ۸؍۳۹۸)

دیگر فقہاء نے لکھا ہے کہ گائے میں ایک حصہ لینے کے مقابلہ میں بکرا کی قربانی افضل ہے، جب کہ بکرے کی قیمت بڑے جانور کے ایک حصہ کی قیمت سے زائد ہو اور اگر ایک حصہ کی قیمت ایک بکرے کی قیمت سے زائد ہو تو پھر بکرے کے بالمقابل بڑے جانور میں حصہ لینا بہتر ہے، اصل یہ ہے کہ جانور کی قیمت، گوشت کی مقدار اور گوشت کی عمدگی کو معیار بناتے ہوئے دیکھا

جائے کہ جس میں زیادہ باتیں پائی جائیں وہ بہتر ہوگا، مثلاً: جس کی قیمت زائد ہو اور اس کا گوشت بھی عمدہ ہو وہ اس جانور کے بالمقابل افضل ہوگا جس کی قیمت کم ہو اور گوشت میں عمدگی بھی اس میں کم ہو، گرچہ کہ گوشت کی مقدار میں زیادتی ہو، اور اگر قیمت اور گوشت کی مقدار دونوں میں برابری ہو تو جس کا گوشت عمدہ ہے وہ افضل ہوگا۔ (فتاوی ہندیہ، الفقہ الاسلامی: ۲۶۱/۴)

خریدنے کے بعد عیب پیدا ہو جائے

جانور میں خریدتے وقت کوئی عیب نہ تھا، البتہ خریدنے کے بعد اس میں ایسا عیب پیدا ہو گیا جس کے ساتھ قربانی درست نہیں تو قربانی کی نیت سے خریدنے والا اگر ایسا ہے کہ اس پر قربانی واجب ہے تو اس پر دوسرے جانور کو خرید کر قربانی کرنا ضروری ہوگا، اور اگر اس پر قربانی واجب نہیں تھی تو اس کے لئے اسی عیب کے ساتھ اس جانور کی قربانی کافی ہوگی (المغنی: ۳۵۱/۹)

خصی نہ کئے ہوئے جانور کی قربانی:

بہتر یہ ہے کہ خصی کئے ہوئے جانور کو قربانی میں ذبح کیا جائے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ عموماً خصی کئے ہوئے جانور کو ذبح کرتے تھے، حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ضحی رسول اللہ ﷺ بکبشین موجیین خصیین (مسند احمد: ۲۰۷۲۲)

”رسول اللہ ﷺ نے ایسے دو مینڈھوں کو قربانی میں ذبح کیا جنہیں خصیہ نکال کر خصی بنا دیا گیا تھا“

نیز حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ جب قربانی کرنا چاہتے تو خصی کئے ہوئے، موٹے، سینگ والے دو مینڈھے خریدتے (ابن ماجہ: ۳۱۱۳)

اس لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں خصی کئے ہوئے جانور ہی کو قربانی میں ذبح کرنا چاہئے، اور اس کی قربانی افضل ہے، لیکن یہ ضروری نہیں ہے، بلکہ ایسے جانور کو بھی قربانی میں ذبح کرنا بلا کراہت درست ہے جن کو خصی نہ بنایا گیا ہو، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے جانور کو بھی ذبح کرنا ثابت ہے۔ (نیل الاوطار: ۱۲۳/۸، بدائع الصنائع: ۱۷۴/۴)

بڑے جانوروں میں شرکت

گائے، بیل، بھینس، بھینسہ، اونٹ، اونٹنی میں سات حصے ہوتے ہیں اس لئے اس میں صرف سات افراد شریک ہو سکتے ہیں، البتہ اس بات کا خصوصی خیال رکھا جائے کہ ایک جانور میں جتنے لوگ شریک ہوں ہر ایک کی نیت اللہ کی خوشنودی ہو، چاہے خوشنودی حاصل کرنے کی جہت مختلف ہو، مثلاً کسی کا مقصود قربانی ہو تو کسی کا مقصود عقیقہ ہو، لیکن کسی کی نیت صرف گوشت حاصل کرنا نہ ہو۔ ورنہ ایک کی نیت کی خرابی بقیہ تمام شرکاء کے لئے نقصان دہ ہوگی اور قربانی ادا نہ ہوگی (بدائع الصنائع: ۲۰۹/۴، فتاوی ہندیہ)

جانور کو خریدتے وقت یا پالتو جانوروں میں سے کسی ایک کو قربانی کے لئے متعین کرتے وقت قربانی کی نیت کر لینا کافی ہے (الموسوعۃ الفقہیہ: ۹۰/۵)

اسی طرح یہ ضروری ہے کہ تمام شرکاء ذبح کے وقت باحیات ہوں، اگر شرکت کے بعد قربانی سے پہلے کسی ایک شریک کی وفات ہوگئی اور بالغ ورثاء کی جانب سے بقیہ شرکاء کو یہ اجازت دی گئی کہ مر جانے والے شریک کی جانب سے بھی ایصال ثواب کے طور پر ذبح کیا جائے تو یہ قربانی درست ہوگی اور اگر یہ اجازت نہ دی گئی تو کسی کی قربانی درست نہ ہوگی اس لئے ایسی صورت میں شرکاء کو چاہئے کہ وارثین سے اجازت حاصل کر لیں (بدائع: ۲۰۹/۴)

چونکہ شرکت میں آسانی کے ساتھ نزاکت بھی ہے، اس لئے بڑے جانوروں میں شریک ہونے میں احتیاط اور شرکاء کی تحقیق ضروری ہے، تاکہ قربانی ضائع نہ ہو۔ آجکل شہروں میں عام طور پر ایک طریقہ رائج ہے کہ قصاب وغیرہ ایک حصہ کے بقدر رقم لے لیتے ہیں اور ان کی طرف سے قربانی کر دینے کا وعدہ کر دیتے ہیں لیکن اس میں اس بات کا ضرور احتمال ہے کہ کوئی ایسا بھی ہمارا شریک ہو گیا ہو جس کی نیت میں فتور ہو، اس لئے چند شناسا حضرات آپس میں شریک ہو کر خود اپنی موجودگی میں سارے کام انجام دیں تو زیادہ بہتر ہے، اس سے ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ ایک یہ احتمال ختم ہو جائیگا مزید یہ کہ جانور کی کھال آپ کی مرضی کے مطابق صدقہ کئے جائیں گے

ورنہ عام طور پر قصاب اس کھال کو اپنی اجرت سمجھ کر اسے بیچتے ہیں اور اس کی رقم لے لیتے ہیں حالانکہ قصاب کو اجرت میں کھال دینا جائز نہیں ہے، بلکہ اس کا مصرف یہ ہے کہ قربانی یا عقیقہ کرنے والا یا تو خود اپنے استعمال میں اسے رکھے یا صدقہ کردے اور اگر بیچ دیا ہو تو اس کی قیمت ضرور صدقہ کردے اپنے استعمال میں نہ لائے۔

ایک آدمی نے ایک بڑا جانور اپنی قربانی کی نیت سے خرید لیا، خریدتے وقت اس کا ارادہ تھا کہ وہ پورا جانور اپنی جانب سے قربان کرے گا، کسی کو شریک کرنے کی نیت نہ تھی، لیکن خریدنے کے بعد دوسرے لوگ اس میں شریک ہونا چاہیں، تو اگر خریدنے والے کے ذمہ قربانی واجب تھی تو وہ دوسروں کو شریک کرسکتا ہے، لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے، نیز شریک کرنے کی صورت میں حاصل ہونے والی رقم کو صدقہ کردینا بہتر ہے، ضروری نہیں۔ اور اگر خریدنے والا ایسا ہے کہ اس کے ذمہ قربانی واجب نہ تھی لیکن نفلی قربانی کے لئے اس نے پورا جانور صرف اپنی قربانی کی نیت سے خرید لیا، تو اس کے لئے دوسروں کو شریک کرنا جائز نہیں ہے، اور اگر شریک کرلیا اور شرکت کے ساتھ قربانی کردی تو اس پر حاصل شدہ پوری رقم کو صدقہ کردینا واجب ہے۔ (الموسوعۃ الفقہیۃ: ۹۱/۵)

طریقہ تقسیم

شرکت کی صورت میں یہ ضروری ہے کہ تمام شرکاء میں گوشت کو اچھی طرح وزن کرکے برابر، برابر تقسیم کیا جائے۔ اندازے سے تقسیم کرنا درست نہیں ہے، ہاں اگر شرکاء کمی زیادتی پر راضی ہیں اور شرکاء کی جانب سے یہ کہہ دیا جائے کہ جس کا جتنا جی چاہے لے لے اور ہر ایک حصہ میں پاؤں سر، کلیجی وغیرہ کا کچھ کچھ حصہ رکھ دیا جائے تو اندازے سے تقسیم کرنا بھی جائز ہے۔ (شامی: اضحیہ)

اگر کئی آدمی ایک جانور میں شریک ہوں اور وہ سب گوشت کو آپس میں تقسیم نہ کریں بلکہ اپنی خوشی سے ایک ساتھ فقراء اور احباب میں تقسیم کرنا چاہیں یا پکانا چاہیں تو ایسا کرنا جائز ہے (شامی)

قربانی کرنے کا طریقہ اور دعائے قربانی:

جانور کو قربان گاہ لے جاتے وقت گھسیٹ کر نہ لے جایا جائے، قربانی کرنے کے وقت سب

سے پہلے جانور کو پانی پلا دیا جائے اور قبلہ رخ لٹا دیا جائے اور یہ دعا پڑھ کر ذبح کیا جائے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ، اِنِّی وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰهُمَّ مِنْکَ وَلَکَ اَللّٰهُمَّ عَنْ فُلَانُ اِبْنِ فُلَانْ فَتَقَبَّلْ مَنْهُ بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ

یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ ''فلاں ابن فلاں'' کی جگہ پر اس شخص کا نام لیا جائے گا جس کی جانب سے قربانی کی جارہی ہو۔ یعنی اگر قربانی دینے والا خود ہی ذبح کررہا ہو تو وہ کہے گا: اَللّٰهُمَّ عَنِّیْ فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ اور اگر قربانی دینے والا کوئی اور ہے اور ذبح کرنے والا کوئی اور تو عن فلاں بن فلاں کی جگہ اس شخص کا نام لیا جائے گا جو قربانی دے رہا ہے، مثلاً اگر زید ابن عمر قربانی دے رہا ہے تو یوں کیا جائے گا: اللھم عن زید بن عمر فتقبل منه، اور ایک بڑے جانور میں کئی لوگ شریک ہوں تو عن کے بعد تمام شرکاء کا نام مع ولدیت لینے کے بعد اللھم فتقبل منھم کہا جائے گا۔ ذبح کرنے کے بعد یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْهَا مِنِّیْ کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ خَلِیْلِکَ اِبْرَاهِیْمَ وَحَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ عَلَیْهِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ .

اگر کسی دوسرے کی جانب سے قربانی کی جارہی ہو تو ذبح کرنے والا ''منی'' کے بجائے ''من'' کہہ کر اس انسان کا نام لے گا جس کی جانب سے قربانی کی جارہی ہے۔

جانور کی تبدیلی

اگر غلطی اور بھول سے دو آدمیوں میں سے ہر ایک نے دوسرے کے جانور کی قربانی اپنے نام سے کرلی تو دونوں کی قربانی صحیح ہوجائے گی، اور کسی پر ضمان لازم نہ ہوگا، اور دونوں آپس میں ایک دوسرے سے اپنے جانور کا گوشت اور چمڑا لے لیں، اور اگر گوشت وغیرہ کھانے کے بعد اس کا علم ہوا تو آپس میں معافی تلافی کرلیں۔

لیکن اگر دونوں ایک دوسرے سے بدلہ لینا چاہیں تو ان میں سے ہر ایک کو ایک بکری کی قیمت دینی ہوگی، قیمت وصول کرنے کے بعد اگر ایام قربانی باقی ہیں تو اس کی جگہ دوسرا جانور خرید کر قربانی کرنی ہوگی، اور اگر ایام قربانی ختم ہو چکے ہیں تو اس قیمت کو صدقہ کرنا ضروری ہوگا (ہدایہ: ۴۳۶/۴، فتاوی ہندیہ)

جانور کی گمشدگی

اگر ایسا شخص جس پر قربانی واجب نہ تھی لیکن اس نے قربانی کی نیت سے جانور خرید لیا پھر وہ جانور گم ہو گیا تو اس کے بدلے میں دوسرے جانور کو خرید کر قربانی کرنا اس پر لازم نہیں۔

اور اگر مالدار شخص نے قربانی کا جانور خرید لیا بعد ازاں وہ گم ہو گیا تو اس پر دوسرے جانور کو خرید کر قربانی کرنا واجب ہے۔

اور اگر مالدار کے دوسرے جانور خریدنے کے بعد پہلا جانور مل گیا تو وہ جس کی چاہے قربانی کرے جسے چاہے چھوڑ دے، جبکہ یہی صورت کسی ایسے شخص کے ساتھ پیش آئی جس پر قربانی واجب نہ تھی یعنی قربانی کے پہلے جانور کے گم ہونے کے بعد اس نے دوسرا جانور قربانی کے لئے خرید لیا اس کے بعد پہلا جانور بھی مل گیا تو اس پر دونوں کی قربانی واجب ہوگی۔ اور اگر ایام قربانی کے بعد ایسے شخص کا جانور ملا جس پر قربانی واجب نہ تھی تو اس جانور کو زندہ صدقہ کرنا لازم ہوگا۔ (ہدایہ)

بلا اجازت قربانی

اگر کوئی شخص کسی کی قربانی کے جانور کو اس کی اجازت کے بغیر ذبح کردے تو مالکِ جانور کی جانب سے قربانی درست ہو جائے گی، ذبح کرنے والے کی طرف سے نہیں ہوگی، اسی لئے اس پر تاوان بھی لازم نہ ہوگا (ہندیہ: ۳۰۲/۵)

قربانی کے جانور کا دودھ نکالنا

اگر جانور گھر کا پالتو ہے، یا جانور خریدا ہو، اور خریدنے کے وقت قربانی کی نیت نہ ہو یا قربانی

کی نیت سے خریدا ہو مگر اس کا گزر باہر چرنے پر نہ ہو بلکہ گھر میں چارہ کھاتا ہو تو اس کے دودھ گوبر اور اون کو استعمال کرنا جائز ہے۔

اور اگر قربانی کی نیت سے خریدا ہو اور باہر چر کر گزر کرتا ہو تو اس جانور کا دودھ نکالنا یا اس کا اون کاٹنا درست نہیں ہے، ایسے جانوروں کا دودھ پانی کے چھینٹے مار کر خشک کر دینا چاہئے، لیکن اگر کسی ضرورت کے پیش نظر دودھ نکالنا پڑے تو اس دودھ کو صدقہ کر دیا جائے۔ (بدائع الصنائع)

قربانی کے جانور کو کام میں لانا

قربانی کی نیت سے خریدے گئے جانور سے جوتنے کا کام لینے یا اسے اجرت پر دینے کی گرچہ گنجائش ہے، لیکن اس کو استعمال میں نہ لانا بہتر ہے، اور اس سے جو منفعت حاصل ہوا سے صدقہ کر دینا واجب ہے، اسی طرح اگر ذاتی کام لینے سے اس کی قیمت میں جو کمی آئی ہو اتنی رقم کا صدقہ کرنا بھی واجب ہے (شامی، احسن الفتاوی)

قربانی کے جانور کے بچہ کا حکم

ایسے شخص کی قربانی کے جانور نے قربانی سے پہلے ہی بچہ جن دیا جس پر قربانی واجب نہ تھی لیکن اس نے قربانی کی نیت سے جانور خرید لیا تھا، تو اس کے لئے ضروری ہے کہ ماں کے ساتھ اس کے بچہ کی بھی قربانی کر دے، لیکن اگر وہ شخص ایسا ہے کہ اس پر قربانی واجب تھی تو وہ بچہ کو ذبح کرنے کے بجائے فقراء کو زندہ صدقہ کر دے، ذبح نہ کرے، اور اگر قربانی کے دنوں میں اس کو بھی ذبح کر دیا تو یہ قربانی درست ہوگی، لیکن ذبح کئے ہوئے جانور کو فقراء میں تقسیم کر دے، اور ذبح کر دینے کی وجہ سے اس کی قیمت میں جو کمی آئی ہے اس کی تلافی کے لئے بقدر تلافی رقم صدقہ کر دے، اور اگر قربانی کے دونوں میں اسے بیچ دیا تو اس کی قیمت کو صدقہ کر دینا ضروری ہے، اور اگر اسے بیچا نہ گیا اور نہ ہی ذبح کیا گیا اور قربانی کے ایام گزر گئے تو اب زندہ صدقہ کرنا ہی بہتر ہے۔ (ہندیہ: ۳۰۱/۵، بدائع الصنائع)

اور قربانی کے جانور کو ذبح کرنے پر بچہ زندہ پایا گیا تو اسے بھی ذبح کیا جائے گا۔ اور اگر اسے

ایام نحر میں ذبح نہ کیا جاسکا تو اس کو زندہ صدقہ کردیا جائیگا۔اور اگر ایام نحر گزرنے کے بعد صدقہ کرنے سے پہلے ضائع ہوجائے تو اس کی قیمت صدقہ کی جائے گی۔(ہندیہ:۳۰۱/۵،بدائع الصنائع)

دوسرے ملک یا شہر میں قربانی کرنا یا اس کا گوشت بھیجنا:

جس ملک یا شہر میں انسان رہ رہا ہو وہیں قربانی کرنی چاہیئے اور وہیں قربانی کا گوشت تقسیم کرنا چاہیئے، بلاضرورت دوسری جگہ منتقل کرنا مکروہ ہے، ہاں اگر کسی دوسرے شہر کے لوگ اس کے شہر کے بالمقابل زیادہ مستحق ہوں، یا اس دوسرے شہر میں عزیز واقارب رہتے ہوں تو ان کی ضرورت کے پیش نظر منتقل کرنا بلاکراہت جائز ہے۔(الفقہ الاسلامی وادلتہ:۲۸۲/۴)

قربانی کے گوشت اور کھال کا مصرف:

بہتر یہ ہے کہ قربانی کا گوشت تین حصے کرکے ایک حصہ فقراء کو دیا جائے ایک حصہ عزیز واقارب کو دیا جائے اور ایک حصہ اپنے اہل وعیال کو کھلایا جائے،لیکن تینوں حصوں کا بالکل برابر ہونا ضروری نہیں،کمی زیادتی بھی کی جاسکتی ہے۔(بدائع:۲۲۴/۴)

قربانی کی کھال کو صدقہ کردیا جائے،قصائی کو اجرت میں کھال دینا صحیح نہیں اور اگر قصائی کو کھال دے دیا ہے تو کھال کی قیمت صدقہ کرنا ضروری ہے۔اسی طرح کھال کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے اور اگر کردیا تو اس کی قیمت صدقہ کرنا ضروری ہے۔

ہاں اگر کھال کو اپنے استعمال میں رکھنا چاہیں تو رکھ سکتے ہیں،اور اس صورت میں اس کی قیمت صدقہ کرنا بھی ضروری نہیں۔(بدائع:۲۲۵/۴)

قربانی کی کھال اور گوشت کافر،شیعہ اور دیگر غیر مسلم کو دینا درست ہے۔(ہندیہ)

مدارس میں زیر تعلیم نادار طلبہ کو چرم قربانی دینا جائز ہی نہیں بلکہ مستحسن ہے،البتہ امام،مؤذن یا مدرس کی تنخواہ میں قربانی کی کھال دینا درست نہیں۔

قربانی کے کھالوں کی رقم مسجد،شفاخانہ،یا مدرسہ یا کسی رفاہی ادارے کی تعمیر میں لگانا درست

نہیں،کیونکہ ان چیزوں کا فقیر کی ملکیت میں دینا ضروری ہے۔(احسن الفتاوی:۴۹۵/۷)

نذر ماننے والے کے لئے قربانی کی نذر کی تکمیل کے لئے ذبح کئے گئے جانور کا گوشت کھانا حلال ہے ہاں اگر نذر مانتے وقت یہ نیت کیا کہ اس کا پورا گوشت صدقہ کریں گے تو اس صورت میں پورا گوشت صدقہ کرنا واجب ہوگا(احکام القرآن:۲۴۵/۳)

قربانی کے جانوروں کی ہڈیاں فروخت کرنا جائز نہیں ہے فروخت کرنے کی صورت میں حاصل شدہ رقم کو صدقہ کرنا واجب ہے(احسن الفتاوی:۵۰۴/۷)

قربانی میں سب سے اہم چیز خلوص وللّٰہیت ہے اور یہی وہ چیز ہے جو اللہ کے پاس مقبول ہے،ورنہ جانور کے گوشت وپوشت اور خون اللہ کے پاس نہیں پہونچتے وہ تو ہم خود کھاتے ہیں یا احباب میں اسے تقسیم کردیتے ہیں،اس لئے اللہ کے پاس پہونچنے والی چیز کو عمدہ بناکر اور ہر قسم کے نفسانی اور شیطانی اشتراک سے اسے پاک وصاف کرکے اللہ کے دربار میں پیش کریں،تاکہ اس سے اللہ کا تقرب حاصل ہو اور ہماری قربانی کو اس سراپا خلوص قربانی سے مشابہت حاصل ہو جسے صرف اللہ کی رضا کی طلب میں پیکر اخلاص خلیل اللہ نے پیش کیا تھا۔

قربانی کرنے والے ناخن اور بال نہ کاٹیں

قربانی کرنے والے کے لئے بہتر ہے کہ ذی الحجہ کی ابتداء سے ہی ناخن اور بال کاٹنے سے پرہیز کریں،رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

جب تم سے کوئی ذی الحجہ کا چاند دیکھ لے اور قربانی کرنا چاہے تو اپنے بال اور ناخن کے کاٹنے سے پرہیز کرے(مسلم:۳۶۵۵)

لیکن یہ ضروری نہیں ہے اور کاٹنا مکروہ بھی نہیں ہے،اور اگر نہ کاٹا ہو تو اپنی قربانی کے ذبح ہونے تک رکا رہے اور ذبح ہوجانے کے بعد کاٹ لے تاکہ حاجیوں کی مکمل مشابہت ہوجائے۔

نیز قربانی کرنے والے کے لئے بہتر ہے کہ سب سے پہلے وہ اپنی قربانی میں سے کھائے۔

(بدائع الصنائع:۲۲۴/۴)

عقیقہ۔احکام ومسائل

اسلام کے مجموعی احکامات پر نظر ڈالنے سے دوقسم کے احکامات سامنے آتے ہیں: اول وہ احکامات جن کو شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام نے اسلام سے قبل کے احکامات کو منسوخ کرکے ان کے بدلے میں نافذ کیا ہے۔دوسرے وہ احکامات جن پر اسلام سے پہلے بھی لوگوں کا عمل رہا ہے اور اسلام نے بھی اسے باقی رکھا ہے یہ اور بات ہے کہ ان احکامات کے معمول بہا ہونے کی حیثیت یا تو بعینہ وہی ہو جو پہلے تھی یا اسلام کے بعد وہ حیثیت نہ رہی ہو مثلا کوئی چیز پچھلی امتوں پر فرض تھی یا لوگ پیغمبری تعلیمات سے دوری کی وجہ سے اسے فرض یا مانند فرض سمجھتے تھے اب اس امت کے لئے فرضیت تو باقی نہیں رہی البتہ اس کا استحباب وجواز اب بھی باقی ہے جیسے عاشورہ کے روزے پچھلی امتوں پر فرض تھے لیکن اس امت سے اس کی فرضیت ختم کردی گئی ہے اور اسے مستحب کا درجہ دیا گیا۔

عقیقہ بھی ان ہی چیزوں میں سے ہے جن کا رواج پچھلی امتوں میں بھی تھا،بعض تصریحات سے تو اس کی پچھلی امتوں پر فرضیت معلوم ہوتی ہے اور بعض تصریحات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ لوگوں میں اسے ضروری سمجھا جاتا تھا اور تقریبا تمام قومیں اس کے ذریعہ نعمت خداوندی یعنی بچے کی پیدائش پر خوشی کا اظہار کرتی تھیں،بقول مولانا منظور صاحب نعمانیؒ:

”دنیا کی قریب قریب سب ہی قوموں اور ملتوں میں یہ بات مشترک ہے کہ بچہ پیدا ہونے کو ایک نعمت اور خوشی کی بات سمجھا جاتا تھا اور کسی تقریب کے ذریعہ اس خوشی کا اظہار بھی کیا جاتا تھا،عربوں میں جاہلیت میں بھی عقیقہ کا رواج تھا (معارف الحدیث:۶/۲۲)

عقیقہ اسلام میں:

اسلام نے بھی عقیقہ میں در آئی خرابیوں کو دور کرکے اصل اور صحیح عقیقہ کو باقی رکھا اور اس کی ترغیب دی اور حضور ﷺ نے ترغیب سنانے کے ساتھ ساتھ خود عقیقے کرکے عملی نمونہ بھی پیش فرمادیا چناں چہ حضور پاک ﷺ نے اپنے دونوں نواسوں: حضرت حسن اور حضرت حسینؓ کا عقیقہ کیا جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں مذکور ہے کہ:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عق عن الحسن والحسین کبشا کبشا

”رسول اللہ ﷺ نے حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) کا عقیقہ کیا اور ایک ایک مینڈھا ذبح کیا“ (ابوداؤد:۲۴۵۸)

حضرت سمرہ ابن جندبؓ فرماتے ہیں:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کل غلام رہینة بعقیقته تذبح عنه یوم سابعه ویحلق ویسمی ۔ (ابوداؤد شریف:۲۴۵۵)

”رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر بچہ اپنے عقیقہ کے جانور کے عوض مرہون ہوتا ہے جو ساتویں دن اس کی طرف سے قربان کیا جائے اور اس (بچہ) کا سر منڈوایا جائے اور نام رکھا جائے“

عقیقہ کے جانور کے عوض مرہون ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بچہ اللہ تعالی کی طرف سے ایک بڑی نعمت ہے، جب اللہ نے نعمت سے نوازا ہے تو صاحب استطاعت کے لئے عقیقہ کی قربانی اس کا شکرانہ اور فدیہ ہے جب تک یہ شکریہ پیش نہ کیا جائے اور فدیہ ادا نہ کردیا جائے وہ بار باقی رہتا ہے اور گویا بچہ اس کے عوض مرہون رہتا ہے۔

ان روایات کے علاوہ کتب حدیث میں متعدد روایتیں اسلام میں عقیقہ کی مشروعیت پر دلالت کرتی ہیں،ہاں اسلام نے عقیقہ کو بعینہ زمانہ جاہلیت کے طریقہ پر مشروع نہیں کیا بلکہ جاہلیت

کے زیر اثر جو خرابیاں اور بے بنیاد باتیں (جیسا کہ آج کل بھی یہی حال ہے) اس میں پیدا ہوگئی تھیں، اسلام نے ان خرابیوں اور برائیوں پر بالکل پابندی لگادی۔

خون کے بجائے زعفران لگانے کا حکم:

چنانچہ زمانہ جاہلیت میں یہ رواج تھا کہ جب عقیقہ کرتے تھے تو جانور کا خون بچہ کے سر میں لیپ کر خون سے بچہ کا سر رنگین کر دیتے تھے، اسلام نے اس کو ناپسند کیا اور خون لگانے اور لیپنے کے بجائے زعفران لگانے کا حکم دیا جیسا کہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس کی صراحت موجود ہے:

عن بريدة رضى الله عنه قال كنا فى الجاهلية اذا ولد لاحدنا غلام ذبح شاة ولطخ راسه بدمها فلما جاء الاسلام كنا نذبح شاة يوم السابع ونحلق راسه ونلطخه بزعفران ۔ (ابوداؤد شریف: ۲۴۶۰)

"حضرت بریدہؓ سے مروی ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ہم لوگوں کا دستور یہ تھا کہ جب کسی کے لڑکا پیدا ہوتا تو وہ بکری (یا بکرا) ذبح کرتا اور اس کے خون سے بچے کے سر کو رنگ دیتا پھر جب اسلام آیا تو (رسول اللہ ﷺ کی تعلیم وہدایت کے مطابق) ہمارا طریقہ یہ ہوگیا کہ ہم ساتویں دن عقیقہ کی بکری (یا بکرا) ذبح کرتے اور بچے کا سر صاف کرا کے اس کے سر پر زعفران لگادیتے"

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

كانوا فى الجاهلية اذا عقوا عن الصبى خضبوا قطنة بدم العقيقة فاذا حلقوا راس الصبى وضعوها على رأسه فقال النبى ﷺ اجعلوا مكان الدم خلوقا۔

زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا دستور تھا کہ جب وہ بچے کا عقیقہ کرتے تو روئی کے ایک پھوئے میں عقیقہ کے جانور کا خون بھر لیتے، پھر جب بچے کا سر منڈوادیتے تو وہ خون بھرا ہوا پھویا اس کے سر پر رکھ دیتے (اور اس کے سر کو عقیقہ کے خون سے رنگین

کر دیتے یہ ایک جاہلانہ رسم تھی) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بچے کے سر پر خون نہیں بلکہ اس کی جگہ خلوق لگایا کرو (ابن حبان: ۵۳۰۸)

خلوق زعفران وغیرہ سے تیار شدہ خوشبو کو کہتے ہیں۔

طریقہ یہود کی اصلاح:

یہود بے بہود میں بھی عقیقہ کا رواج تھا، لیکن وہ صرف لڑکوں کی طرف سے عقیقہ کرتے تھے لڑکیوں کی طرف سے نہیں کرتے تھے، کیوں کہ ان کے معاشرہ میں لڑکیوں کی ناقدری کی جاتی تھی انہیں بے عزت اور ذلیل سمجھا جاتا تھا، تو ان کی طرف سے عقیقہ کیونکر کیا جاتا؟ یہ تھی ناانصافی اور لڑکیوں کی ناقدری یہود بے بہود میں۔ لیکن اسلام نے تو لڑکیوں کو عزت بخشی ہے اور معاشرہ میں انھیں اعلی مقام عطا کیا ہے، اس لئے رسول اللہ ﷺ نے یہود کے طریقہ کی اصلاح فرمائی اور حکم دیا کہ لڑکوں کی طرح لڑکیوں کی طرف سے بھی عقیقہ کیا جائے، جیسا کہ سنن بیہقی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعا منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان اليهود تعق عن الغلام ولا تعق عن الجارية فعقوا عن الغلام شاتين وعن الجارية شاة (سنن بيهقى : ۱۹۲۹۲)

"یہود لڑکوں کی طرف سے تو عقیقہ قربان کرتے ہیں لیکن لڑکیوں کی طرف سے نہیں کرتے اس لئے تم لڑکوں کی طرف سے دو اور لڑکیوں کی طرف سے ایک عقیقہ قربان کرو"

عقیقہ کی شرعی حیثیت:

ان تمام تفصیلات وروایات سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ عقیقہ کا رواج اسلام سے پہلے بھی تھا اور اسلام نے بھی اسے باقی رکھا ہے، البتہ اس میں جو برائیاں آگئیں تھیں ان کی اصلاح کر کے اس کے صحیح طریقہ سے لوگوں کو آشنا کرایا اور اسے واجب یا فرض کا درجہ نہ سہی جائز یا مستحب کا

درجہ اسے ضرور دیا چنانچہ اصحاب ظواہر کے علاوہ اکثر فقہاء بشمول امام ابوحنیفہ عقیقہ کے مستحب ہونے کے قائل ہیں البتہ امام ابوحنیفہؒ سے ایک روایت کے مطابق محض جائز ہونا منقول ہے،

علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

يستحب لمن ولدله ولد ان يسميه يوم اسبوعه ويحلق رأسه ويتصدق عند الائمة الثلاثة بزنة شعره فضة اوذهبا ثم يعق عند الحلق عقيقة اباحة على ما في الجامع المحبوبي وتطوعا على ما في شرح الطحاوى۔(رد المحتار ۹/۴۸۵)

”کسی کے لڑکا ہو تو مستحب یہ ہے کہ ساتویں دن اس کا نام رکھے اس کا سر منڈوائے اور ائمہ ثلاثہؒ کے مذہب کے مطابق اس کے بال کے وزن کے برابر سونا یا چاندی صدقہ دے۔ سرمنڈوانے کے وقت عقیقہ قربان کرے جو کہ جامع محبوبی کی روایت کے مطابق محض جائز ہے اور شرح طحاوی کی روایت کے مطابق مستحب ہے۔

لیکن اکثر فقہاء کی تصریح کے مطابق مستحب ہونا ہی راجح ہے۔

لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک:

جو لوگ اسے مشروع مانتے ہیں یا مستحب قرار دیتے ہیں، ان حضرات کا احادیث نبویہ کے پیش نظر یہ فیصلہ ہے کہ لڑکے کی طرف سے دو بکرے یا بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکرا یا ایک بکری کی قربانی کی جائے گی، صحابیہ رسول اللہ ﷺ حضرت ام کرزؓ سے مروی ہے:

انها سالت رسول الله ﷺ عن العقيقة فقال عن الغلام شاتان وعن الجارية واحد ولا يضركم ذكرانا كن او اناثا۔(ترمذی شریف ۱/۲۷۸)

”عقیقہ کے بارے میں انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری قربان کی جائے اس میں کوئی حرج نہیں کہ عقیقہ کا جانور نر ہو یا مادہ“

لڑکے کی طرف سے ایک بھی کافی ہے:

لیکن اگر کوئی اپنے لڑکے کی طرف سے دو بکریاں قربان کرنے کی اہلیت اور صلاحیت نہیں رکھتا ہو تو اس کے لئے لڑکے کی طرف سے ایک بکرا یا ایک بکری کی قربانی کافی ہو جائیگی، چنانچہ رسول خدا حضرت محمد ﷺ نے ایسے لوگوں کے لئے مثال بھی قائم فرمادی ہے سچ ہے کہ آپ کی ذات سراپا رحمت ہے، آپ ﷺ نے اپنی تعلیم میں ہر ایک کی رعایت فرمائی ہے، ہر ایک کی تنگی و تونگری کا خیال کیا ہے اور صرف تعلیم ہی نہیں دیا بلکہ کر کے بھی دکھایا، اللہ عزوجل نے بالکل ہی سچ کہا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب: ۲۱)

”رسول اللہ ﷺ کی ذات میں تمہارے لئے عمدہ نمونہ موجود ہے“

آپ نے عقیقہ کی تعلیم میں بھی دولت مندوں اور تونگروں کی دولت مندی اور تونگری اور گداگروں کی گداگری کو پیش نظر رکھا ہے اور عملی نمونہ پیش کیا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

ان رسول الله ﷺ عق عن الحسن والحسين كبشا كبشا (ابوداؤد:۲۴۵۸)

”رسول اللہ ﷺ نے حسنؓ اور حسینؓ کا عقیقہ کیا اور ایک مینڈھا ذبح کیا“

صاحب بذل المجہود مولانا خلیل احمد صاحبؒ اس حدیث کی تشریح کے ضمن میں لکھتے ہیں:

فليس في هذا الحديث ما يرد به الاحاديث المتواترة في التنصيص على التثنية في الغلام بل غايته انه يدل على جواز الاقتصار وهو كذلك فان العدد ليس شرطا بل مستحب۔(بذل المجهود: ۴/۸۷)

اس حدیث میں کسی ایسی چیز کا تذکرہ نہیں ہے، جس سے ان احادیث متواترہ پر اعتراض واقع ہو، جن میں لڑکے کی طرف سے دو کی قربانی کی صراحت ہے، بلکہ

زیادہ سے زیادہ یہ بات ہے کہ یہ حدیث (ایک پر) اقتصار کے جواز پر دلالت کرتی ہے اور مسئلہ بھی ایسا ہی ہے اس لئے کہ (لڑکے میں) دو عدد کا ہونا شرط نہیں ہے بلکہ مستحب ہے۔

لڑکی کی طرف سے ایک ہی کیوں؟

الغرض لڑکے کے عقیقے کے بارے میں اصل تو ہے کہ دو بکرے یا دو بکریاں ہوں، البتہ دو کی گنجائش اور صلاحیت نہ ہونے کے وقت ایک بکرا یا بکری بھی جائز ہے اور لڑکی میں اصل ایک ہی بکرا یا ایک بکری ہے، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ اس فرق کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں: عن الغلام شاتان وعن الجارية شاة "یعنی لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری عقیقہ میں دینی چاہئے، اس کا سبب یہ ہے کہ لوگوں کے نزدیک (نہ کہ اللہ، رسول اور شریعت کی نظر میں) بہ نسبت لڑکیوں کے لڑکوں کا نفع زیادہ ہے (کیونکہ لڑکا دینی اعتبار سے بھی علم وفضل امامت وخطابت اور انبیاء کی جانشینی کا اہل ہوتا ہے) لہذا دو کا ذبح کرنا زیادتی نعمت اور عظمت کے مناسب ہے"

حضرت ابن قیمؒ اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

"لڑکے کیلئے دو سے اور لڑکی کے لئے ایک بکری سے عقیقہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ لڑکے کو لڑکی پر فضیلت ہے اور جب لڑکے کے وجود سے والد پر کامل نعمت ہوتی ہے اور سرور وخوشی زیادہ ہوتی ہے تو اس پر مزید شکر واجب ہے، کیونکہ جب زیادہ نعمت ہو تو زیادہ شکر لازم آتا ہے۔ (المصالح العقلیہ: ۲۱۴)

عقیقہ کا وقت:

بچے کی پیدائش کے ساتویں دن عقیقہ کرنا ثابت اور مسنون ہے اور یہی افضل ہے تاہم اگر کوئی اس دن نہ کر سکے تو پھر چودھویں دن یا پھر اکیسویں دن عقیقہ کرنا مستحب ہے اور کوئی ان ایام میں بھی عقیقہ نہ کر سکے تو بعد میں بھی کر سکتا ہے، لیکن استحباب کا ثواب اسے نہیں ملے گا۔ حضور ﷺ نے بھی حضرت حسن اور حسین کا عقیقہ ساتویں دن کیا تھا، جیسا کہ ایک روایت میں ہے:

عق رسول الله ﷺ عن حسن وحسين رضي الله عنهما يوم السابع وسماهما۔ (ابن حبان: ۵۳۱۱)

"رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کا عقیقہ ساتویں دن کیا اور ان کا نام رکھا"

مستدرک حاکم (۷۷۰۳) میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ منقول ہے:

"عقیقہ ساتویں دن ہو اور اگر اس دن نہ ہو سکے تو چودھویں دن یا اکیسویں دن ہو"

عقیقہ کے مستحب ایام کو ذکر کرتے ہوئے شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندیؒ لکھتے ہیں:

عقیقہ مستحب ہے اور ساتویں دن بہتر ہے اور چودھویں دن اور اکیسویں دن بھی مستحب ہے، مشائخ دین نے فرمایا ہے: ان ایام یعنی اکیسویں دن کے بعد اس کا استحباب باقی نہیں رہتا ہے (تقریر ترمذی: ۴۷)

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس کی ابتداء ساتویں دن سے ہی ہوتی ہے، فقہاء نے لکھا ہے کہ ساتویں دن سے پہلے عقیقہ نہیں ہوگا۔ (موسوعہ فقہیہ: ۳۰/۲۷۸، طحطاوی علی الدر)

عقیقہ کب تک کرا سکتا ہے؟

اکثر فقہاء کے نزدیک ۲۱/دن سے زیادہ مؤخر کرنا طریقہ مستحب کے خلاف ہے، تاہم بعض

فقہاء کے نزدیک اس کے بعد بھی کرنے کی گنجائش ہے، ان فقہاء کے نظریہ کے مطابق اکیسواں دن آخری نہیں ہے، بقول قاضی ثناء اللہ پانی مصنف ''مالا بدمنہ'':

''ولادت کے ساتویں دن یا چودھویں دن یا اکیسویں دن یا اسی حساب سے ساتویں مہینہ میں یا ساتویں سال میں عقیقہ کرنا چاہیے، غرضے کہ سات کے عدد کی رعایت بہتر ہے'' (مالا بدمنہ فارسی۔۱۶۰)

بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا عقیقہ نبوت سے سرفراز ہونے کے بعد کیا تھا (سنن کبریٰ بیہقی: ۱۹۷۵۰)

اس روایت سے ۲۱/دن کے بعد بھی عقیقہ کرنے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انسان خود بھی اپنا عقیقہ کرسکتا ہے۔

واضح رہے کہ اگر بچہ کی پیدائش رات میں ہوئی ہے، تو ساتویں دن کی تعیین میں اس رات کو شمار نہیں کیا جائے گا، بلکہ اس کے بعد کے دن سے شمار کرتے ہوئے ساتویں دن کا تعین کیا جائے گا۔ (الموسوعۃ الفقہیہ: ۲۷۸/۳۰، المجموع: ۴۳۱/۸)

عقیقہ کے لئے ساتویں روز کی تعیین کی وجہ:

حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اپنی معرکۃ الآراء تصنیف ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں عقیقہ کیلئے ساتویں روز کی تخصیص وتعیین کی یہ وجہ تحریر فرمائی ہے:

''عقیقہ میں ساتویں روز کی تخصیص اس لئے ہے کہ ولادت اور عقیقہ میں کچھ فاصلہ ہونا ضروری ہے، کیونکہ گھر کے افراد زچہ اور بچہ کی خبر گیری میں اول مصروف رہتے ہیں، پس ایسے وقت میں یہ مناسب نہیں کہ ان کو عقیقہ کا حکم دے کر ان کی مشغولیت اور بڑھادی جائے، نیز بسا اوقات انسانوں کو ایک بکری بھی بڑی کوشش کے ساتھ ملتی ہے، اس لئے اگر پہلے روز ہی عقیقہ مسنون کردیا جائے تو ان پر یہ بات مشکل

ہوجائے گی اور سات روز ایک معتد بہ مدت ہے جو زیادہ بھی نہیں اور فصل کے لائق بھی ہے'' (حجۃ اللہ البالغہ)

عقیقہ کرنے کے آداب:

بچوں کا عقیقہ کرنے کا مسنون ومستحب طریقہ یہ ہے کہ جب بچے کی پیدائش کو سات دن ہوجائیں تو اسی ساتویں دن اس کا نام رکھا جائے اور اگر کوئی طبی عذر نہ ہو تو اس کا سر منڈوایا جائے اور اس پر زعفران لگا کر بال کے وزن کے برابر سونا یا چاندی صدقہ کی جائے اس کے بعد دعا پڑھ کر عقیقہ کو قربان کیا جائے، ترمذی شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ:

عق رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الحسن بشاة وقال يا فاطمة احلقى رأسه وتصدقى بزنة شعره فضة فوزنته فكان وزنه درهما او بعض درهم۔ (ترمذی شریف: ۱۴۳۹)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن کے عقیقہ میں ایک بکری قربان کی اور ارشاد فرمایا: اے فاطمہؓ اس کے سر کو منڈوادو اور اس کے بال کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کردو جب حضرت فاطمہ نے اس کو وزن کیا تو اس کا وزن ایک درہم یا اس سے کم تھا''

فقہاء کرام کا فیصلہ ہے کہ چاندی کے بدلے میں بال کے برابر سونا بھی دیا جاسکتا ہے دونوں کا حکم ایک ہی ہے، علامہ شامیؒ تحریر فرماتے ہیں۔

ويستحب لمن ولد له ولدان يسميه يوم اسبوعه ويحلق رأسه ويتصدق عند الائمة الثلثة بزفة شعره فضة او ذهبا ثم يعق عند الحلق عقيقة۔ (شامی: ۴۸۵/۹)

''کسی کو لڑکا ہو تو مستحب یہ ہے کہ ساتویں روز اس کا نام رکھے اس کا سر منڈوائے اور ائمہ ثلاثہ کے مذہب کے مطابق اس کے بال کے وزن کے برابر سونا یا چاندی (ان دونوں میں جو ہوسکے) صدقہ دے پھر بوقت حلق عقیقہ قربان کرے''

عقیقہ اور سر منڈوانا بالکل اس طرح ساتھ کہ ادھر قصائی بکرے پر چھری اور ادھر نائی سر پر

استرہ رکھے یہ ضروری نہیں ہے نہ اس کی کوئی اصل ہے محض جہالت پر مبنی خام خیالی ہے، ہاں ساتویں دن حلق بھی ہو اور عقیقہ بھی قربان کیا جائے یہ مستحب ہے، لیکن مصالح کے پیش نظر تقدیم وتاخیر میں بھی کوئی حرج نہیں۔

بعض دفعہ مالی گنجائش نہیں ہوتی ہے تو عقیقہ بعد میں کردے، بال ساتویں دن نکلوادے بعض دفعہ بچہ بہت کمزور ہوتا ہے یا موسم سخت سرد ہوتا ہے تو عقیقہ ساتویں دن کردے، بال حسب سہولت نکلوادے۔

بالوں کے برابر صدقہ کرنے کا راز:

بالوں کے برابر صدقہ کرنے کا راز مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ اپنی کتاب ''المصالح العقلیة للاحکام النقلیة'' میں تحریر کرتے ہیں:

آنحضرت ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت حسن کے متعلق فرمایا: اے فاطمہ اس کے سر کے بالوں کو منڈوا کر اس کے بالوں کے برابر چاندی خیرات کرو چاندی کے خیرات کرنے میں یہ سبب ہے کہ بچہ کا حالت جنینیت سے منتقل ہوکر طفلیت کی طرف آنا خدا کی نعمت ہے، تو اس پر شکر واجب ہے اور بہترین شکر یہ یہ ہے کہ اس کے بدلے میں کچھ دیا جائے۔

عقیقہ کی ذمہ داری کن لوگوں پر ہے؟

عقیقہ کی ذمہ داری اصل میں والد پر ہے اگر وہ نہ ہوں تو جن پر اس بچہ کی کفالت وپرورش کی ذمہ داری ہے انہیں پر عقیقہ کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے مال سے عقیقہ کریں، بچہ کے مال سے عقیقہ کرنا درست نہیں ہے۔(المجموع:۸/۴۳۲، الموسوعۃ الفقہیہ :۳۰/۲۷۷)

عقیقہ کے جانور اور اس کے گوشت اور ہڈی کا حکم؟

عقیقہ کے جانور قسم، عمر اور صفات وغیرہ میں قربانی کے جانور ہی کے مانند ہیں، جن جانوروں

کی قربانی درست ہے ان جانوروں کو عقیقہ کے طور پر قربان کرنا بھی درست ہے اور اس کے گوشت کا بھی وہی حکم ہے جو قربانی کے جانوروں کے گوشت کا حکم ہے، عقیقہ کرنے والا یہ گوشت چاہے تو خود کھائے یا اس کے ذریعہ رشتہ داروں کی دعوت کرے، پورے گوشت کو ایک ساتھ پکا کر اعزہ واقارب اور غرباء اور مساکین کی دعوت کرنا مستحب ہے، البتہ کچا گوشت بھی تقسیم کرنا جائز ہے(حاشیہ ابن عابدین:۵/۲۱۳، الموسوعۃ الفقہیہ :۳۰/۲۸۰)

کچا گوشت تقسیم کرنے کی صورت میں قربانی کی طرح مستحب یہ ہے کہ گوشت کے تین حصے کر کے ایک حصہ عزیز وقارب کو اور ایک حصہ غربا اور فقراء کو دے اور ایک حصہ اپنے گھر میں رکھے۔

بعض علاقوں میں یہ غلط خیال لوگوں نے ذہن میں بٹھا رکھا ہے کہ عقیقہ کا گوشت دادا، دادی اور والدین نہیں کھا سکتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ یہ خیال دینی تعلیم سے ناآشنائی کی وجہ سے پیدا ہوگیا ہے، شریعت اسلامیہ میں اس کی کوئی اصل موجود نہیں ہے، محض جہالت کی بات ہے۔

دارالعلوم دیوبند کے سابق مفتی اعظم مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''حنفیوں کے یہاں عقیقہ کے گوشت کا حکم مثل قربانی کے ہے، جیسے قربانی کے گوشت کو سب گھر والے اور رشتہ دار کھاتے ہیں، اسی طرح عقیقہ کا گوشت بھی سب کھا سکتے ہیں ماں، باپ، دادا، دادی وغیرہ سب کو کھانا اس کا درست ہے اور یہ کچھ ضروری نہیں کہ سر اس کا، مونڈنے والے کو اور ران دائی کو دی جائے اگر دے دیں تو کچھ حرج بھی نہیں، مگر کچھ ضروری بات نہیں'' (فتاوی دارالعلوم دیوبند:۷/۱۹۱)

جانور کے اعضاء کی سلامتی سے بچہ کے اعضاء کی سلامتی کی نیک فالی کے طور پر بہتر یہ ہے کہ عقیقہ کے جانور کی ہڈی توڑے بغیر ہر ہر عضو سالم پکایا جائے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

عقیقہ میں سنت یہ ہے کہ بچہ کی جانب سے دو اور بچی کی جانب سے ایک بکری کافی ہے، جسے ہڈی توڑے بغیر (ہر ہر عضو کو) سالم پکایا جائے (مستدرک حاکم:۷۶۰۳)

قربانی کے بڑے جانوروں میں عقیقہ کیلئے حصہ لے سکتے ہیں:

وہ بڑے جانور جن میں سات حصے ہوتے ہیں اگر چند آدمی قربانی اور چند آدمی عقیقہ کے لئے شریک ہورہے ہیں تو اس طرح قربانی بھی ادا ہوجائے گی اور عقیقہ بھی ادا ہوجائے گا، اس لئے کہ عقیقہ میں بھی قربت خداوندی ہی مقصود ہوتی ہے اور ایک جانور میں چند ایسے افراد کی شرکت کہ ان میں سے ہر شخص کا مقصد قربت خداوندی ہی ہے، ہر چند کہ جہت قربت مختلف ہے، قربانی کی ادائیگی یا عقیقہ کی ادائیگی میں مضر نہیں ہے۔ مضر کسی ایسے آدمی کی شرکت ہے جس کا مقصود قربت نہ ہو، بلکہ گوشت کھانا یا نام ونمود ہو، فتاوی خانیہ میں مذکور ہے کہ:

والابل والبقر یجوز عن سبعة اذا اراد الکل القربة اختلفت جهة القربة او اتحدت وان اراد بعض الشرکاء اللحم لایجوز عنهم (خانیہ علی ہامش ہندیہ۔۳/۳۴۹)

”اونٹ اور گائے (اسی طرح بھینس اور بیل وغیرہ) سات آدمی کی طرف سے کافی ہیں بشرطیکہ ہر ایک قربت چاہتا ہو، جہت قربت مختلف ہوں یا متحد۔ اور اگر شرکاء میں سے بعض صرف گوشت چاہتے ہوں تو ان سب کی طرف سے ادا نہ ہوگا“

چند سطور کے بعد اسی پر تفریع کرتے ہوئے صاحب خانیہ تحریر فرماتے ہیں:

ولو نوی بعض الشرکاء الاضحیة ...... وبعضهم دم العقیقة لولادة ولد ولدله فی عامه جاز عن الکل ۔ (فتاوی خانیہ علی ہندیہ:۳/۳۵۰)

”اگر (ایک بڑے جانور کے) شرکاء میں سے بعض کی نیت قربانی ہے اور بعض کی نیت اپنے اس بچہ کی طرف سے عقیقہ کی قربانی دینی ہے جو اسی سال پیدا ہوا ہے تو سب کی طرف سے (ایک جانور) کافی ہوجائے گا“

الحاصل ایک بڑے جانور میں جس طرح چند افراد شریک ہوکر قربانی کرتے ہیں، اسی طرح چند افراد اس طور پر شریک ہوسکتے ہیں کہ بعض کی نیت قربانی ہو اور بعض کی نیت عقیقہ ہو یا سب کی

نیت عقیقہ ہو، شرط یہ ہے کہ کسی نیت میں فتور اور گڑ بڑی نہ ہو کہ محض گوشت کے لئے یا نام ونمود کیلئے حصہ لے رہا ہو۔

دعائے عقیقہ:

بسم اللہ اکبر وغیرہ پڑھ کر عقیقہ کے جانور کو ذبح کرنا چاہئے، اس سلسلے میں کتب فقہ میں ایک دعا مذکور ہے، اگر لڑکے کا عقیقہ ہو تو الفاظ یہ ہیں:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم ، اِنِّی وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْيَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ لَا شَرِيْکَ لَهٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ اَللّٰهُمَّ مِنْکَ وَلَکَ اَللّٰهُمَّ هٰذِهِ عَقِيْقَةُ اِبْنِیْ فَلَانَ دَمُهَا بِدَمِهِ وَلَحْمُهَا بِلَحْمِهِ وَعَظْمُهَا بِعَظْمِهِ وَجِلْدُهَا بِجِلْدِهِ وَشَعْرُهَا بِشَعْرِهِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا فِدَاءً لِاِبْنِیْ مِنَ النَّارِ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ

اور اگر لڑکی ہو تو ابنی کے بجائے بنتی اور بدمه ، بلحمه ، بعظمه اور بشعره کے بجائے بدمها ، بلحمها ، بعظمها اور بشعرها کہا جائیگا اور اگر ذبح کرنے والا والد نہ ہو بلکہ کوئی دوسرا ذبح کررہا ہو تو ابن یا بنت کے بعد والد کا نام لے۔ مثلاً ”ابن عبداللہ“ یا ”بنت عبداللہ“ کہے۔

یہاں یہ بات بھی واضح رہنی چاہئے کہ یہ دعا پڑھنا لازم وضروری نہیں ہے، بلکہ اگر عقیقہ کی نیت سے صرف بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر جانور کو ذبح کردیا جائے تو بھی عقیقہ درست ہوجائے گا۔

عقیقہ کی حکمت اور فوائد ومنافع:

خالق کائنات نے جن چیزوں کے کرنے کا ہمیں حکم دیا ہے، چاہے وہ فرض ہوں یا سنت پرحکمت اور انسانی فوائد ومنافع کو جامع ہوتی ہیں، چنانچہ عقیقہ میں بھی بے شمار حکمتیں پوشیدہ ہیں:

(۱) عقیقہ کے ذریعہ نومولود کے اعضاء کا فدیہ ہو جاتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بچہ کی صحت وسلامتی یقینی ہو جاتی ہے گویا اس کے بدلے صحت وسلامتی خرید لی جاتی ہے۔

(۲) عقیقہ کے ذریعہ نومولود کے لئے اللہ تعالی کا تقرب حاصل کیا جاتا ہے۔

(۳) جس بچے کی طرف سے عقیقہ کر دیا گیا ہو اور اس کا بچپن ہی میں انتقال ہو گیا تو وہ والدین کے لئے قیامت میں سفارش کرے گا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے مزید تین حکمتیں بیان کی ہیں:

(۱) ان مصلحتوں میں سے ایک مصلحت نہایت ہی اچھی طرح بچے کے نسب کی اشاعت کرنا ہے کیونکہ اس کی اشاعت ضروری ہے، تا کہ اس کے متعلق کوئی ناپسندیدہ بات نہ کہی جائے (کہ یہ ولدالزنا ہے) اور یہ بھی مستحسن نہیں کہ باپ گلیوں میں کہتا پھرے کہ اس کے گھر بچہ پیدا ہوا ہے اس لئے اس قسم کی عمدہ تقریب متعین ہوئی۔

(۲) ایک حکمت یہ ہے کہ جب عیسائیوں کے یہاں بچہ پیدا ہوتا تو وہ اس کو زرد پانی میں رنگ دیتے اور اس کو معمودیہ (بپتسمہ) نام دیتے تھے، یہ لوگ کہا کرتے تھے کہ ایسا کرنے سے بچہ نصرانی بن جاتا ہے، تو اسی نام کی مشاکلت میں یہ آیت نازل ہوئی:

صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً (البقرۃ:۱۳۸)

"رنگ دیا ہم کو اللہ نے تو رنگ میں اللہ سے بہتر کون ہے"

پس اس کو پسند کیا کہ مسلمانوں کا بھی ان نصرانیوں کے مقابلہ میں ایک ایسا طریقہ ہو جو یہ ظاہر کرے کہ بچہ مسلم حنیف ہے اور حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کی ملت کا تابع ہے۔

(۳) ایک اور حکمت یہ ہے کہ اس کے ذریعہ داعیہ سخاوت کی اطاعت اور داعیہ بخل کی مخالفت کرنی ہے۔

الحاصل عقیقہ مفید ہی مفید ہے اور ہر قسم کے مصائب وآفات سے بچانے کا ایک فدیہ ہے اور

اس کے علاوہ بھی اس میں اور حکمتیں ہو سکتی ہیں جہاں تک ہماری عقل نارسا کی پہونچ نہیں ہے اور جسے اللہ ہی بخوبی جانتا ہے کیونکہ وهو اعلم وعلمه اتم واكمل .

حرف آخر:

یہ بات تو بجا طور پر کہی جاسکتی ہے کہ عقیقہ کی اہمیت ابھی بھی لوگوں کے دلوں میں ہے لیکن عام طور پر اس میں ایک تغافل اور سستی عام ہو گئی ہے کہ جن ایام میں عقیقہ کرنا مستحب ہے، شاید ہی کسی کو ان ایام میں توفیق ہوتی ہے، بلکہ رواج یہ ہو گیا ہے کہ بچپن سے جوانی آ جاتی ہے لیکن عقیقہ نہیں ہو پاتا غیر مستطیع حضرات کی تو بات درکنار ہے، صاحب استطاعت بھی یا تو کسی شادی وغیرہ کا انتظار کرتے رہتے ہیں یا عذر لنگ دل میں بٹھا کر خواہ مخواہ ٹال مٹول کرتے رہتے ہیں اور حقیقت ہے کہ کل کل کرنے اور کہنے والوں کی کل کبھی نہیں آتی ہے اور اسی حال میں بچپن جوانی میں تبدیل ہو جاتا ہے پھر رفتہ رفتہ جوانی بڑھاپے کو دعوت دے دیتی ہے اور بڑھاپا موت کا پیغام دے دیتا ہے اور عقیقہ نہیں ہو پاتا ہے...... آج ضرورت ہے کہ اس تغافل کو دور کیا جائے تا کہ عقیقہ پر اللہ تعالی کا جو انعام نازل ہوتا ہے بچہ اس سے فائدہ اٹھا سکے اور اس کے اثر سے وہ مکمل ملت حنیفیہ کے رنگ میں رنگ جائے۔ یقیناً اللہ کے رنگ سے کوئی رنگ بہتر نہیں ہے اسی میں ہدایت ہے اسی میں کامیابی وکامرانی ہے اور ازلی خوش نصیبی اور نیک بختی ہے۔

☆☆☆